بانئ سلسلہ احمدیہ

اور

انگریز

عبدالرحیم درد ایم اے

ملنے کا پتہ:- احمدیہ کتابستان
ربوہ

تعداد اشاعت ـــ ۴۰۰۰ بار اوّل قیمت ـــ دس آنے

فہرست مضامین

10/6/2014

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بانئ سلسلہ احمدیہ اور انگریز

ہم اور ہمارے مخالفین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعویٰ کیا تو مسلمان علماء کی طرف سے بڑے شد و مد سے اعتراض کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود آسمان پر اپنے خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں اور وہی کو آخری زمانہ میں آنا ہے حضور نے اس کے جواب میں قرآن شریف، اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے سب رسولوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور جو پیشگوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح کی آمد ثانی کے متعلق فرمائی ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ وہی پہلا مسیح زندہ موجود ہے اور وہی آئے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق وہ فوت ہو چکا ہے اور ایک دوسرا شخص آپکی امت میں سے پیدا ہوگا جس کو حضرت مسیح ناصری سے کامل مشابہت ہوگی۔ سو وہ موعود میں ہوں، سعید فطرت لوگوں نے آپ کو قبول کیا لیکن مولوی صاحبان نے آپ کی مخالفت کی جوں جوں زمانہ گذرتا گیا یہ مخالفت کم ہوتی گئی۔ اور بالآخر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ نے یہ کہدیا کہ اگر ہم وفات مسیح

کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں پس وفات مسیح کے مسئلہ کو الگ رکھتے ہوئے بحث مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت پر ہونا چاہیے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک یہ مسئلہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان زیر بحث رہا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمارے دلائل کے مقابلہ میں ہمارے مخالفین کو اپنی اس پوزیشن کو بھی چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد انھوں نے عوام کو بھڑکانے کے لئے یہ منصوبہ تیار کیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الزام لگائیں کہ آپ نے دعوائے نبوت کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے جہاں تک مسئلہ ختم نبوت کا تعلق ہے ہماری طرف سے یہ واضح کیا گیا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ اور اس کی وہ تفسیر کرتے ہیں جو بہت سے ائمہ متقدمین نے کی ہے۔ یعنی یہ کہ اسلامی شریعت کے کامل ہو جانے کی وجہ سے تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے نتیجہ میں فنا فی الرسول کا درجہ کسی مسلمان کے لئے بند نہیں ہو سکتا۔ اس موضوع پر بھی ہمارے مخالف اب بحث سے گریز کرتے ہیں۔ زیادہ زور اس بات پر دیتے ہیں کہ ہم نعوذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ یہ الزام سراسر بے بنیاد اور جھوٹا ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ دنیا پر اس جھوٹے الزام کی حقیقت بھی پوری طرح کھل جائے گی اور واضح ہو جائے گا کہ حضرت مرزا صاحب آپ کے ایک خادم کی حیثیت رکھتے ہیں اور دنیا میں آپ کے نام کو بلند کرنے کے لئے آئے ہیں۔

ایک الزام ہم پر ایسا لگایا جاتا ہے کہ جس کی طرف ہماری طرف

سے ابھی پورے طور پر توجہ نہیں کی جا سکی۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی وفادار رہی ہے اور بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے انگریزوں کی خوشامد کی اور ایک غیر اسلامی حکومت کی طاقت کو سراہا اور مسلمانوں کے سیاسی مفاد سے دشمنی کی۔ یہ اعتراض کسی نہ کسی رنگ میں اکثر لوگوں نے کیا ہے۔ احرار تو پرانے قانون شکن ہیں جو ہنگامہ آرائی سے اپنا پیٹ پالنا جانتے ہیں۔ مسلم لیگ اور کانگریس کا مقابلہ ہو تو ہندوؤں کا ساتھ دیں گے جیسا کہ ۱۹۴۶ء کے تاریخی انتخابات کے موقعہ پر ہوا جبکہ انھوں نے قائد اعظم جیسے عظیم الشان لیڈر کو گالیاں دیں۔ سکھوں اور مسلمانوں کا جھگڑا ہوا تو احرار نے سکھوں کی تائید کی۔ جیسا کہ شہید گنج کی مسجد کے معاملہ میں ہوا۔ اور مولانا ظفر علی خاں صاحب نے ان کو پنجاب اور اسلام کے غدار قرار دیا۔ احمدیوں اور انگریزوں کی آپس میں چلی تو یہ انگریز کی گود میں تھے۔ جیسا کہ سر ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب کے عہد میں ہوا۔ جب ڈوگروں نے مسلمانان کشمیر پر ظلم ڈھایا تو احرار راجہ ہری سنگھ کے شاہی مہمان بن کر سری نگر ہاؤس بوٹوں میں عیش اڑاتے رہے۔ اور جتھے لے جانے شروع کئے تو اس لئے کہ نمائندگان کشمیر کی قیادت کو خاک میں ملا دیں۔ لیکن شکر کا مقام ہے کہ حال کے فسادات پنجاب اور مارشل لاء نے اس جماعت کو اپنے اصلی رنگ میں ننگا کر دیا ہے۔ اور چونکہ پاکستان میں اب یہ جماعت خلاف قانون قرار دی جا چکی ہے اس لئے ان کی طرف سے گو کوئی ایسا اعتراض کیا جائے تو امید کی جا سکتی ہے کہ ملک کے بہی خواہ ان کے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے پیرو اپنے معتقدات میں دقیق مرتد

حضرت مسیح کا اب تک جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ ہونا جبر بحکومت الہیہ وغیرہ) خواہ کتنا ہی اصرار کے ہم نوا ہوں لیکن مورخ نقیض پہن کردہ ان کے ساتھ ایک صف میں کھڑا ہونے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کی افتاد۔ سنجیدگی۔ ترقی پسندی تنظیم اور ایڈیالوجی اشتراکی سانچے میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے انھیں خواہ کتنا ہی مسکت جواب دیا جائے وہ اپنی رٹ لگائے ہی رہیں گے۔ کیونکہ انھیں یہ فن آتا ہے کہ کس طرح جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن ان دونوں جماعتوں کے علاوہ ہمارے ملک کا عام تعلیم یافتہ طبقہ یقیناً یہ قابلیت رکھتا ہے کہ جھوٹ اور سچ میں تمیز کر سکے۔ سوانحی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے دل میں اس اعتراض کا تجزیہ کر کے فیصلہ کریں۔ اعتراض کرنے والا خواہ مولانا داؤد غزنوی ہو۔ مولانا میکش ہو۔ عبدالستار خاں نیازی ہو یا کوئی اور انگریزی داں۔ اگر دیانت داری سے سوچا جائے تو یہ اعتراض نہ واقعات پر مبنی ہے نہ غور فکر پر۔ نہ صداقت پر۔

میں یہاں صرف دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اوّل :- الزام تو یہ لگایا جاتا ہے کہ مسلمانانِ عالم کے سیاسی مفاد کو بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے نقصان پہونچایا ہے۔ لیکن اس کے ثبوت میں کوئی معین واقعہ آج تک پیش نہیں کیا گیا جس سے واقعی کسی قسم کا نقصان مسلمانوں کو پہونچا ہو۔ نہ یہ بتایا جاتا ہے کہ بانیٔ سلسلہ یا کسی احمدی نے فلاں سازش۔ فلاں مقام پر۔ فلاں زمانہ میں کی۔ جس کی وجہ سے فلاں اسلامی سلطنت کو یہ نقصان پہونچا۔ سب سے بڑا ثبوت جو بہائی صاحب بڑے طمطراق سے ہمارے خلاف دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ ہماری

اپنی ہی تحریر ہوتی ہے جس کو اس کے سیاق و سباق سے الگ کر کے اپنے مفید مطلب ایک ہیڈنگ بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے اور خوشی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں کہ ہم لوگ اقبالی مجرم بن گئے۔ اصل حوالہ کو پڑھو تو اس کا ماحصل زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ ایک ایسی حکومت کے ماتحت رہتے ہوئے جو ہمیں امن اور مذہبی آزادی دیتی ہے اس کے خلاف ہم جہاد نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ ہمیں کسی حکومت کے اندر رہتے ہوئے اُس کے اندر کسی قسم کا فساد برپا نہ کرنا چاہیئے۔ ہماری طرف سے صرف یہی کہا گیا ہے اور یہی کہا جاتا ہے لیکن ہمارے مخالف ہماری بات سنے بغیر ہم پر یہ الزام دے جاتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کے سیاسی مفاد کو نقصان پہونچا دیا۔ حالانکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

دوم:۔ یوں تو ہر مسلمان علامہ شیخ محمد اقبال صاحب کا مداح ہے۔ مگر جو کچھ انھوں نے لکھا ہے اس پر سنجیدگی سے بہت کم غور کیا جاتا ہے۔ علّامہ صاحب فرماتے ہیں:۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

پھر فرماتے ہیں:۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہودی کس نے بنا دیا؟ کیا یہ سچ نہیں کہ مسلمانوں نے خود اسلام اور قرآن کو چھوڑ کر ہر رنگ میں تنزل اختیار کیا

دیانت چھوڑ دی۔ مال و دولت گنوائی۔ سچ سے واسطہ نہ رکھا۔ عزتیں کھو دیں سُستی اور غفلت میں مبتلا ہوئے۔ سلطنتیں کھوکھلی کر دیں خانہ جنگی سے اپنے آپ کو تباہ کیا۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک نہ رہے اور نفس کی غلامی اختیار کر لی۔ بادشاہتیں عیش و عشرت کی نذر کر دیں۔ اگر یہ سب کچھ درست ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ سیاسی مفاد مسلمانوں کا تھا کیا جس کو بانی سلسلہ احمدیہ نے نقصان پہونچا دیا؟ سب سے بڑی سلطنت ٹرکی کی تھی۔ مسلمان ٹرکی کے بادشاہ کو خلیفۃ المسلمین سمجھتے تھے اور دیر تک اس کی ہمدردی کا شور ہندوستان میں مچاتے رہے لیکن خود ٹرکی والوں نے خلافت کو مٹا دیا۔ کونسا احمدی وہاں گیا تھا؟ احمدی تو الگ رہے کسی اور کو بھی یہ طاقت نہ تھی کہ ٹرکی میں جا کر خلیفۃ المسلمین کو معزول کر کے ہمیشہ کے لئے خلافت کا ہی خاتمہ کر دے۔

(ذیل کے صفحات میں بانی سلسلہ احمدیہ کے زمانے سے پہلے جو مسلمانوں کی ابتر حالت تھی اس کا مختصر نقشہ پیش کیا گیا ہے اور پھر اس تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے جو آپ کا انگریزوں سے تھا۔ دراصل میں یہ ایک تقریر ہے جو ۲۸ دسمبر ۱۹۵۳ء کو جلسہ سالانہ پر کی گئی تھی۔)

مجھے یقین ہے کہ اگر جماعت نے پوری طرح اس طرف توجہ کی تو جس طرح مذہبی مسائل کی بحث ایک ایک کر کے وہ چھوڑ چکے ہیں مخالفوں کو اپنی سیاسی پوزیشن کو بھی چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اس میں بالکل جان نہیں۔

پس منظر

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں (قادیان ضلع گورداسپور) میں پیدا ہوئے [۱] یہ گاؤں راجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت میں شامل تھا۔ رنجیت سنگھ کی حکومت اپنے عروج کے وقت میں ایک حد تک اچھی سمجھی جاتی تھی لیکن اس سے قبل اور اس کے بعد پنجاب میں اصل "سکھا شاہی" کا دور دورہ تھا حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے۔ اور ان کے دست تعدی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ ان کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان کے کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔" [۲]

پھر فرماتے ہیں:۔

"جس کی عمر ساٹھ یا ستر برس کی ہوگی۔ وہ خوب جانتا ہوگا کہ ہم پر سکھوں کا ایک زمانہ گذرا ہے۔ اس وقت مسلمانوں پر جس قدر آفتیں حائل تھیں وہ پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کی یاد سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے

---

[۱] ۱۸۳۵ء میں (اس سال پہلی دفعہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا روپیہ کا سکہ ہندوستان میں جاری کیا۔ جس پر ملکہ کی تصویر تھی)

[۲] اشتہار دس جولائی ۱۹۰۰ء۔

اور دل کانپ اٹھتا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو عبادات اور فرائض مذہبی کی بجا آوری سے جن کا بجالانا ان کو جان سے عزیز تر ہے روکا گیا تھا۔ بانگِ نماز جو نماز کا مقدمہ ہے اس کو آواز بلند پکارنے سے منع کیا گیا تھا۔ اگر کبھی مؤذن کے منہ سے سہواً اللہ اکبر بآواز بلند نکل جاتا تو اس کو مار ڈالا جاتا تھا۔ اسی طرح پر مسلمانوں کے حلال وحرام کے مقابلہ میں بے جا تصرف کیا گیا تھا۔ ایک گائے کے مقدمہ میں ایک دفعہ پانچ ہزار غریب مسلمان قتل کئے گئے۔ بٹالہ کا واقعہ ہے کہ ایک سید وہیں کا رہنے والا باہر سے دروازہ پر آیا وہاں گائیوں کا ہجوم تھا۔ اس نے تلوار کی نوک سے ذرا ہٹایا ایک گائے کے چمڑے کو اتفاق سے خفیف سی خراش پہنچ گئی۔ اس بیچارہ کو پکڑ لیا گیا اور اس امر پہ زور دیا گیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ آخر بڑی سفارشوں کے بعد جان سے بچ گیا لیکن اس کا ہاتھ ضرور کاٹا گیا۔ مسجدوں میں بھنگ گھٹتی تھی اور گھوڑے بندھتے تھے جس کا نمونہ خود یہاں قادیان میں موجود ہے۔ اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں اس کے بکثرت نمونے ملیں گے۔ لاہور میں آج تک کئی ایک مسجدیں سکھوں کے قبضہ میں ہیں اس کے علاوہ پنجاب میں بڑی جہالت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک بوڑھے آدمی کے شاگرد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے استاد کو دیکھا ہے کہ وہ بڑے تضرع سے دعا کیا کرتے تھے کہ صحیح بخاریؒ کی ایک دفعہ زیارت ہو جائے۔ اور بعض وقت اس خیال سے کہ کہاں اسکی زیارت ممکن ہو دعا کرتے کرتے اتنا روتے کہ ان کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔ اب وہی بخاری دو چار

روپے میں امرتسر اور لاہور سے ملتی ہے۔ ایک مولوی شیر محمدؐ صاحب تھے۔ کہیں سے دو چار ورق احیاء العلوم کے اُن کو مل گئے تھے۔ کتنی مدت تک ہر نماز کے بعد نمازیوں کو بڑی خوشی اور فخر سے دکھایا کرتے تھے کہ یہ احیاء العلوم ہے اور تڑپتے تھے کہ پوری کتاب کہیں سے مل جائے۔ یہاں سے قریب ہی بوتمر دو میل پر ایک گاؤں ہے۔ وہاں اگر یہاں سے کوئی عورت جایا کرتی تھی تو رو رو کر جایا کرتی تھی کہ خدا جانے پھر واپس آنا ہوگا یا نہیں" لـه

تلسی رام صاحب نے اپنی کتاب میں سکھوں کا طریقہ اس طرح بیان کیا ہے :-

"ابتدا میں سکھوں کا طریق غارت گری اور لوٹ مار کا تھا جو ہاتھ آتا تھا لوٹ کر اپنی اپنی جماعت میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی۔ اذان یعنی بانگ بآواز بلند نہیں ہونے دیتے تھے مسجدوں کو اپنے تحت میں لیکر ان میں گرنتھ پڑھنا شروع کرتے اور اس کا نام موت کڑار کھتے تھے۔ اور شراب خور ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جہاں وہ پہونچتے تھے جو کوئی برتن مٹی استعمالی۔ کسی مذہب والے کا پڑا ہوا ان کو ہاتھ آجاتا تھا پانچ چھتر مار کر اس پر کھانا پکا لیتے تھے۔ یعنی پانچ جوتے اس پر مارنا اس کو پاک ہونا سمجھتے تھے اور یہ تو اب بھی رسم ہے کہ ایسے برتن کا گھوڑے کو سنگھا دینا پوتر سمجھتے ہیں۔ اور ان سکھوں کی پوشاک گنوار دھتی۔ تین کپڑے اُن کے پہننے کے تھے۔

لـه روئداد جلسہ دعا مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۳-۱۴-۱۸-۱۹-۲۴

پگڑی کچھ۔ گاتی چادر کی۔ اور رکا نات بنانے کو کچھ تمیز نہیں تھی۔ بھنگ کا پینا زیادہ تر تھا۔ بال سر پر بڑھانا اسکو آٹھویں دن دھو نا کیس اشنان بولتے ہیں۔ اور پگڑی ہر وقت اپنے سر پر بندھی رکھتے ہیں جب غسل کریں تب بھی نہیں اتارتے۔ اگر اتفاقیہ سر سے اتر جائے تو بد دل نہ کرانے کڑا پرشاد اور دینے چیٹی جرمانہ کے پگڑی نہیں باندھتے اور ان سکھوں کے وقت میں زمینداری حیثیت کی کچھ حقیقت نہ رہی تھی " لے

مسٹر ہری رام گپتا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

"سکھوں کی اچھلتی ہوئی طاقت اپنے ملک کے پھیلانے میں اتنی خرچ نہ ہوتی تھی جتنی خانہ جنگی میں سکھ جمہوریت کا نتیجہ صوبائی اندھیر نگری تھا۔ جس میں انتشار اور تباہی کی طاقتیں کھلی چھوڑ دی گئی تھیں۔ ہر آدمی کا ہاتھ اس کے بھائی کے خلاف اٹھتا تھا۔ مسلح سکھوں کے دستے اِدھر اُدھر ملک میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے اور جہاں کہیں انھیں بھیڑ بکری کے ریوڑ ملتے تھے ان کو پکڑ کر لے جاتے تھے جبکی لاٹھی اس کی بھینس کا منظر تھا" سے

سوانح احمدی میں حضرت سید احمد صاحب بریلوی کا ایک بیان اس طرح درج ہے :-

"ہم اپنے اثنار راہ ملک پنجاب میں ایک کنوئیں پر پانی پینے کو گئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ چند سکھنیاں (سکھوں کی عورتیں) اس کنوئیں پر پانی بھر رہی

لے شیر پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۲ء

سے سکھوں کی تاریخ بزبان انگریزی مطبوعہ ۱۹۴۴ء

ہیں۔ ہم لوگ دیسی زبان نہیں جانتے تھے۔ ہم نے اپنے موہنوں پر ہاتھ رکھ کر ان کو بتلایا کہ ہم پیاسے ہیں ہم کو پانی پلاؤ۔ تب اُن عورتوں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر پشتو زبان میں ہم سے کہا کہ ہم مسلمان افغان زادیاں فلانے ملک اور بستی کی رہنے والی ہیں۔ یہ سکھ لوگ ہم کو زبردستی لائے"۔ ؎۱

انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر میں لکھا ہے:-

"سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا جذبہ بے پناہ تھا۔ مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ ان کے گاؤں بالکل تباہ کردئے گئے۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور ہزاروں مسجدیں گرادی گئیں"۔ ؎۲

قنوج کے ایک مولوی صاحب نے ایک ٹریکٹ ترغیب الجہاد لکھا۔ (یہ مقدمہ ۱۸۶۵ء میں پیش ہوا تھا۔ دیکھو ہنٹر) اس میں لکھا ہوا ہے کہ:-

"سکھوں نے لاہور اور دوسرے مقامات پر ایک مدت تک حکومت کی ہے۔ ان کے مظالم تمام حدوں سے بڑھ گئے ہیں۔ ہزاروں مسلمانوں کو انھوں نے ظلم سے مار ڈالا ہے۔ اور ہزاروں کو ذلیل کیا ہے۔ وہ اذان کی اجازت نہیں دیتے اور گاؤ کشی کو بالکل منع کر دیا ہے۔ آخر کار جب ان کا ظلم برداشت نہ ہو سکا تو حضرت سید احمد صاحب مدظلہ نے حمایت دین کی خاطر چند مسلمانوں کو ساتھ لیا اور کابل اور پشاور کی طرف گئے۔ جہاں انھوں نے مسلمانوں کو غفلت سے بیدار کیا۔ الحمد للہ چند ہزار مومنین نے آپکی آواز پر لبیک کہا"۔

حضرت سید احمد صاحب بریلوی نے ایسے حالات کی بناء پر ۲۱ر دسمبر ۱۸۲۶ء کو سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ انھیں کامیابی بھی ہوئی لیکن وہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش سے قبل ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

؎۱ مؤلفہ محمد جعفر صاحب تھانیسری لاہور ؎۲ صـــ ۱۲۷

اس زمانہ میں سکھوں کی حکومت زیادہ تر ستلج تک ہی تھی اور لدھیانہ سے آگے سارے ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری تھی۔ ان کا حال حضرت سید احمد صاحب کی زبانی سوانح احمدی میں اس طرح لکھا ہے :۔

" اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و تعدّی نہیں کرتی۔ اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتے۔ بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اسکو سزا دینے کو تیار ہیں "

انگریزوں نے ۱۸۴۶-۴۹ء میں پنجاب کو فتح کیا۔ اسوقت حضرت مسیح موعود کی عمر بارہ چودہ سال کی تھی۔ اور سر سید احمد خاں صاحب دہلی میں انگریزی حکومت کے ماتحت سب جج کے عہدے پر مامور تھے۔

اس عرصہ میں یورپ میں چھاپہ کی مشین ایجاد ہوئی۔ ۱۸۱۵ء میں دنیا کی سب سے پہلی ریل برطانیہ میں چلنا شروع ہوئی۔ تار کی ایجاد ہوئی اور ہزارہا غلاموں کو یورپ اور امریکہ میں آزاد کر دیا گیا۔ دخانی جہاز سمندروں میں چلنے لگے۔ ۱۸۳۷ء میں وکٹوریا انگلستان کی ملکہ بن گئیں۔

انگریزوں نے پنجاب فتح کر کے امن قائم کیا اور چند سڑکیں وغیرہ بنوائیں اور مادی ترقی کی راہیں کھول دیں۔

اس زمانہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" میں نے سنا ہے کہ جب اوّل ہی اوّل انگریز آئے۔ تو ہوشیارپور میں کسی موذن نے اونچی اذان کہی۔ چونکہ ابھی ابتدا تھی۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کا خیال تھا کہ یہ بھی اونچی اذان کہنے پر روکیں گے۔ یا ان کی طرح گائے کو کسی سے زخم لگ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹیں گے۔ اس اونچی اذان کہنے والے موذن کو

پکڑ لیا۔ ایک بڑا بھاری ہجوم ہو کر ڈپٹی کمشنر کے سامنے اسے لے گئے۔ بڑے بڑے رئیس مہاجن جمع ہو گئے اور کہا حضور ہمارے آٹے بھرشٹ ہو گئے۔ ہمارے برتن ناپاک ہو گئے۔ جب یہ باتیں اس انگریز کو سنائی گئیں تو اسے بڑا تعجب ہوا۔ کہ کیا بانگ میں ایسی خاصیت ہے کہ کھانے کی چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں۔ اس نے سررشتہ دار سے کہا کہ جب تک تجربہ نہ کر لیا جاوے اس مقدمہ کو نہ کرنا چاہیئے چنانچہ اس نے موذن کو حکم دیا کہ تو پھر اسی طرح بانگ دے۔ وہ ڈرا کہ شاید دوسرا جرم قائم نہ ہو بانگ دینے سے ذرا جھجکا۔ مگر جب اس کو تسلی دی گئی تو اس نے اسی قدر زور سے بانگ دی۔ صاحب بہادر نے کہا کہ ہم کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ سررشتہ دار سے پوچھا کہ تم کو کوئی ضرر پہونچا۔ اس نے بھی کہا حقیقت میں ضرر نہیں ہوا۔ آخر اسکو چھوڑ دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ جاؤ جس طرح چاہے بانگ دو۔ خود ہمارے اس گاؤں میں جہاں ہماری مسجد ہے کاردار کی جگہ تھی اسوقت ہمارے بچپن کا زمانہ تھا لیکن میں نے معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ جب انگریزوں کا دخل ہو گیا تو چند روز تک وہی سابقہ قانون رہا۔ انہی ایام میں ایک کاردار یہاں آیا ہوا تھا اس کے پاس ایک مسلمان سپاہی تھا وہ مسجد میں آیا اور موذن کو کہا کہ بانگ دو اس نے وہی ڈرتے ڈرتے گنگنا کر اذان دی۔ سپاہی نے کہا کہ کیا تم اس طرح پر بانگ دیا کرتے ہو۔ موذن نے کہا ہاں اسی طرح دیتے ہیں۔ سپاہی نے کہا نہیں کوٹھے پر چڑھ کر اونچی آواز سے اذان دو اور جسقدر زور سے ممکن ہو سکتا ہے بانگ دو۔ وہ ڈرا۔ آخر اس نے سپاہی کے کہنے پر زور سے بانگ دی اس پر تمام ہندو اکٹھے ہو گئے اور ملا کو پکڑ لیا۔ وہ بے چارہ بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دیدے گا۔ سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔

آخر سنگ دل چھری مار برہمن اس کو پکڑ کر کاردار کے پاس لے گئے اور کہا کہ مہاراج اس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا۔ کاردار تو جانتا تھا کہ سلطنت تبدیل ہو گئی ہے اور اب وہ سکھا شاہی نہیں رہی مگر ذرا دبی زبان سے پوچھا کہ تو نے اونچی آواز سے کیوں بانگ دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں میں نے بانگ دی۔ کاردار نے کہا کمبختو! کیوں شور ڈالتے ہو۔ لاہور میں تو اب کھلے طور سے گائیاں ذبح ہوتی ہیں تم اذان کو روتے ہو۔ جاؤ چپکے ہو کر بیٹھ رہو۔" [۱]

انگریزوں کا مذہبی تعصب

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ انگریز خالص سیاسی لوگ ہیں۔ انکو صرف تجارت اور ملک گیری سے دلچسپی ہے۔ اعتقاد کے لحاظ وہ بہت ڈھیلے اور وسیع الخیال ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قوم میں رواداری بہت ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ ہنری ہشتم شاہ انگلستان کا پاپائے روم سے اختلاف ہوا تو اس نے مذہب کو خیر باد نہیں کہا اور سرا سر بے دینی اختیار نہیں کی بلکہ چرچ آف انگلینڈ کی بنیاد رکھدی اور اس طرح وہ خود پوپ بن گیا۔ بشپ سٹبز نے اپنی تاریخ میں ایک فقرہ لکھا ہے جو مشہور ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے:۔ "ہنری پوپ بن گیا۔ سارے کا سارا پوپ بن گیا اور پوپ سے بھی کچھ زیادہ بن گیا۔" [۲] آج تک انگلستان کے

---

[۱] روداد جلسہ دعا مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۶-۱۷-۱۸

[۲] انسائیکلو پیڈیا برٹینکا۔

بادشاہ کو نہ صرف ہیڈ آف دی چرچ آف انگلینڈ تسلیم کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا خطاب ڈیفنڈر آف دی فیتھ بھی ہے۔ اور تمام سرکاری اور قانونی عبادتوں میں شاہ انگلستان کے لئے باقاعدہ دعا مانگی جاتی ہے۔ چرچ آف انگلینڈ کی اپنی آمد نو کروڑ روپیہ سالانہ بتائی جاتی ہے۔ انگلستان کی حکومت کا مذہب مسیحیت ہے ۱۶۷۵ء میں لارڈ چیف جسٹس سر مے تھیو ہیل نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ مسیحیت قوانین انگلستان کا ایک حصہ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف آواز اٹھائے اس کو سخت سزا دی جا سکتی ہے۔ (R. R.) چنانچہ بلاس فیمی لاز ابھی تک انگلستان میں منسوخ نہیں ہوئے۔ حالانکہ کئی سال سے ایک انجمن ان کی تنسیخ کی کوشش کر رہی ہے۔ عیسائی مذہب کی طاقت کا ایک زبردست مظاہرہ ہمارے زمانہ میں ایڈورڈ ہشتم کی تخت سے دستبرداری کا مشہور واقعہ ہے۔ عیسائیت میں طلاق کا کوئی قانون نہیں۔ اس لئے کسی مطلقہ عورت کو معزز نہیں سمجھا جاتا۔ جس عورت سے (مسز سمپسن) ایڈورڈ ہشتم شادی کرنا چاہتا تھا وہ مطلقہ تھی لہ اور صرف اس بنا پر اسے مسز سمپسن سے شادی کرنے کے لئے تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔ ظاہر ہے کہ اگر عیسائیت ایسی ہی بے جان اور مردہ ہوتی تو اتنے بڑے بادشاہ کو یہ طریقہ اختیار نہ کرنا پڑتا۔ اگر انگلستان کے کسی دہریہ سے بھی بات کی جائے تو عیسوی عقائد سے بیزاری کے باوجود یسوع کی محبت اس کے دل میں ضرور راسخ ثابت ہوگی۔

انگریزوں نے ہندوستان میں باقاعدہ تبلیغ کب شروع کی

جہاں تک ہندوستان کا تعلق تھا ۱۸۱۳ء میں اس کے متعلق بحث مباحثہ

لہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔

کے بعد انگلستان کی پالیسی یہ قرار پائی -

"اس ملک کا فرض ہے کہ وہ مفید علوم وفنون کو رواج دے اور ہندوستان میں مذہبی اور اخلاقی اصلاحات نافذ کرے - قانوناً ان لوگوں کو سہولتیں بھی بہم پہونچائے جو ہندوستان جائے اور وہاں رہ کر اس نیک فرض کی تکمیل کرنے کے خواہشمند ہوں - اس چارٹر میں یہ بھی درج تھا کہ ہندوستان میں ایک بشپ اور تین آرچ ڈیکنز کے عہدے تین صوبوں میں قائم کئے جائیں - $\frac{4}{1914}$ ١٠ کو یہ فیصلے نافذ کئے گئے" ؎

اس قانون پر شاہ برطانیہ کے دستخط ۲۱ جولائی ۱۸۱۳ء کو ہوئے اور اسی سال ایک پادری ہنری مارٹن آگرہ پہونچ گیا - اور اس نے بائبل کا ترجمہ اردو میں کر دیا ۱۸۳۴ء میں لارڈ میکالے لا ممبر مقرر ہو کر کلکتہ پہونچا - اس نے بحیثیت صدر تعلیم کمیٹی اس بات پر خاص توجہ دی کہ انگریزی کی تعلیم پر زور دیا جائے، تاکہ ہندوستان میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو خون اور رنگ کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہوں - لیکن اپنے مذاق، خیالات، اخلاق اور ذہن کے لحاظ سے انگریز ہوں "

۱۸۳۵ء میں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے قریب بازل (Basel) مشنری سوسائٹی کے مشہور مبلغ Rev. C.G. Pfunder کو جب جنوبی روس سے نکالا گیا تو وہ آگرہ آ گیا - آنے سے پہلے اس نے کریان شاہ (ایران) میں اسلام کے

؎ History of protestant missions in India by Rev. M.A. Sherring London, 1875, p.89.

خلاف ایک کتاب میزان الحق لکھی جو کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ اور عیسائی اب تک اُسے بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس پادری نے مسلمانوں سے مباحثات بھی شروع کر دئیے۔ چنانچہ اپریل ۱۸۵۴ء میں اُس کا مشہور مباحثہ مولوی رحمت اللہ صاحب سے اکبر آباد میں ہُوا۔ اُسی سال وہ پشاور آیا اور ۱۸۵۶ء میں واپس چلا گیا اور ۱۸۶۹ء میں قسطنطنیہ جا کر مرا۔

پنجاب میں عیسائیت کا آغاز

پنجاب میں عیسائیت کی تبلیغ کا آغاز اس طرح ہوا کہ امریکہ سے دو عیسائی مشنری ۱۵ر اکتوبر ۱۸۳۳ء کو کلکتہ پہنچے اور وہاں گورنر جنرل لارڈ ولیم بنٹنگ کی پسندیدگی کے مطابق یہ فیصلہ ہُوا کہ انگریزی مملکت کی سرحد پر ایک مشن قائم کیا جائے۔ چنانچہ پادری جے۔ سی۔ لوری ۵ر نومبر ۱۸۳۴ء کو لدھیانہ پہنچ گیا۔ اور وہاں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کیپٹن ویڈ نے اُسے مشن قائم کرنے میں ہر قسم کی مراعات دیں۔ زمین دلوائی اور اپنا ایک سکول اُس کے سپرد کر دیا۔ اور وہاں ۱۸۳۷ء میں پنجاب میں پہلا گرجا گھر تعمیر ہو گیا۔ مشن پریس قائم کر کے بہت سا لٹریچر پیدا کیا گیا۔ بعد ازاں انہوں نے پنجاب فتح ہوتے ہی ۱۸۴۹ء میں لاہور میں اپنے مشن کی شاخ کھول دی اور پادری ٹی۔ وی فرنچ نے ۱۸۶۹ء میں عیسائی مبلغ تیار کرنے کے لئے سینٹ جان ڈیونٹی سکول قائم کیا۔

انگریز پادریوں نے تبلیغ کی ابتداء اس طرح کی کہ الحاق پنجاب سے پہلے ہی ۱۸۴۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے فوجی اور سول افسروں نے چرچ مشنری سوسائٹی لنڈن سے درخواست کی کہ وہ پنجاب میں تبلیغ کا کام شروع کریں۔ چنانچہ ۱۸۵۱ء میں اس سوسائٹی

نے اپنے کارکنوں کو جو ہدایات جاری کیں اُن میں یہ درج تھا:۔

"ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ایک نجات دہندہ کی آمد کی خوشخبری عیسائی حکومت کے کے شروع ہونے کے ساتھ ہی لوگوں میں پھیلائی جائے تو عیسائیت کے حق میں ایک زبردست اور ترقی پذیر تحریک ہوگی"۔ [۲]

۱۸۵۲ء میں امرتسر میں اُن کا پہلا مشن قائم ہوا۔ جب صوبہ کے افسر اعلیٰ سر ہنری لارنس نے ایک خط کے ذریعہ خوش آمدید کہا اور مشن کو پانچ صد روپیہ سالانہ امداد دینے کا وعدہ کیا۔ ۱۹ر دسمبر ۱۸۵۳ء کو پشاور میں مشن قائم کرنے کے لئے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اُس وقت سر ہربرٹ ایڈورڈز وہاں گورنر جنرل کا ایجنٹ تھا۔ اُس نے اس موقعہ پر ایک پُرزور تقریر کی جس کی شہرت انگلستان تک پہنچی۔ اس کے چند فقرات کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ انگریزوں کے ذمہ دار حکام اس یقین پر قائم تھے کہ انہیں اتنا بڑا ملک صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ تبلیغ عیسائیت کر سکیں۔

"وہ شخص نہایت ہی تنگ نقطہ نظر کا مالک ہوگا جو یہ خیال کرے کہ ہمارے چھوٹے سے انگلستان کو ہندوستان جیسا وسیع ملک فقط ہماری مادی بڑائی کے لئے دیا گیا ہے۔ یعنی اس لئے دیا گیا ہے کہ ہم یہاں سے روپے پیسے کی تجوریاں بھر کر اپنے گھروں کو بھیجیں یا اس ملک کے نظام حکومت میں اپنے غریب رشتہ داروں کو مختلف بری اور بحری عہدے مہیا کر سکیں۔ یہ خیال ممکن ہو سکتا تھا اگر خدا دنیا کے امور کو نہ چلا رہا ہوتا۔ کیونکہ انگلستان کو اگر اپنی خود غرضی اور طاقت پر ہی چھوڑ دیا جاتا تو دوسرے

---

[۱] اسی سال دشمن اسلام ڈاکٹر اسپرنگر کی کتاب رسول اللہ صلعم کی زندگی پر انگریزی میں الٰہ آباد میں چھپی۔

[۲] The Missions by R. Clark, London, 1940 P. 2. 2

ممالک کی طرح یہ بھی سب کچھ اپنے قبضہ میں کر ہی لیتا۔ لیکن دنیا کی فتوحات اور جنگیں اسی طرح ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جس طرح دنیا کا خالق چاہتا ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اس لئے معرض وجود میں آتی ہیں کہ خدا کا منشا پورا ہو۔ عام اس سے کہ ہم اپنی اغراض کے حصول پر بالکل اندھے ہو کر تلے بیٹھے ہوں۔ پھر ہمارے گمان میں خدا کا منشا وہ ہے کیا؟ کیا اللہ تعالےٰ کے مقاصد زمینی ہیں اور زمین تک ہی محدود ہیں؟ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی غرض نہیں کہ ہم ورنیکلر تعلیم کو پھیلا دیں۔ ٹیکسوں کو کم کر دیں۔ پُل بنائیں نہریں تعمیر کریں۔ تجارت کو فروغ دیں۔ بجلی کی تاریں لگا دیں اور ریل کی بڑی بڑی لائنیں بنا دیں؟ کیا وہ تہذیب کی مادی فتوحات سے آگے نہیں دیکھتے اور فاصلہ پر سوائے اس فنا پذیر دنیا کی مادی ترقی سے انہیں کوئی بہتر چیز نظر نہیں آتی؟ ہم خدا کے متعلق ایسا کمینہ خیال نہیں رکھتے۔ جس کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے اور ہزار سال ایک دن کے برابر۔

خدا کی تمام تدابیر اور اُس کے مقاصد وقت سے آگے ابدیت تک پہنچتے ہیں ہمیں یہ مکمل یقین رکھنا چاہئیے کہ مشرق کا یہ برصغیر ہمارے ملک کو ایک خاص غرض کے لئے دیا گیا ہے۔ وہ مشن ہمارے جسموں اور دلوں سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ وہ انسانوں کی روحوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کیا ہم شک کر سکتے ہیں کہ وہ مشن کیا ہے؟ انگلستان کو کیوں اس ذمہ داری کے لئے منتخب کیا گیا۔ اور یورپ کے دوسرے ممالک کو کیوں چھوڑ دیا گیا۔ پرتگیز ہم سے پہلے یہاں آئے اور فرانسیسی ہمارے بعد۔ پاپائے روم نے ہندوستان کو ایک قوم کے سپرد کیا اور جنگ کے دیوتا سے امداد لی گئی تاکہ اُسے ایک دوسری قوم کے سپرد کر دیا جائے لیکن ہماری پروٹسٹنٹ حکومت دونوں پر غالب آگئی۔ اور یہ ایک عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے وجود کی بنیاد انگلش چرچ کی اصلاح کے صرف دو سال بعد رکھی گئی۔ اس لئے میں پورا یقین رکھتا ہوں۔ اور یہ تنگ نظری نہیں کہ ہندوستان کا ملک انگلستان

ہی وہ ملک ہے جس نے عیسائیت کو اپنی اصل خالص شکل میں قائم رکھنے کے لئے سب سے زیادہ کوشش کی ہے اور بحیثیت قوم کے ہر ایک بت پرستی کے خلاف نہایت سختی سے احتجاج کیا ہے اور اس نے کسی وسیلہ کو تسلیم نہیں کیا۔ سوائے اس کے جس کا نام بائیبل میں آتا ہے۔

"اب ہمارا یہ مشن ہے کہ ہم دوسری قوموں کے لئے بھی وہی کچھ کریں جو ہم نے اپنے لئے کیا۔ ہندوؤں کو ہم توحید کی تعلیم دیں اور مسلمانوں کو اپنے وسیلہ کی"۔

" یہ کس طرح کیا جائے گا؟ کیا حکومت کی فوج کے ذریعہ اور ظلم و تعدی سے؟ کیا ہندوؤں کے مندروں کو گرانے سے جس طرح محمود غزنوی نے کیا تھا؟ کیا مسجدوں کو مسلمانوں کے خون سے ناپاک کرنے سے جس طرح رنجیت سنگھ نے کیا تھا؟ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اگر ہم چاہیں بھی تو ایسے وحشیانہ نمونوں کی ہم پیروی نہیں کر سکتے بیس ہزار انگریز بکسی حالت میں بارہ کروڑ ہندو مسلمانوں پر ہندوستان میں حکومت نہیں کر سکتے تھے اگر انہوں نے یہ کوشش کی ہوتی کہ تلوار کے ذریعہ اُن پر عیسائیت ٹھونس دیں ہندوستان کی برطانوی حکومت کی یہ دانشمندی ہے کہ اُس نے مذہبی امور میں پوری طرح غیر جانبداری کی پالیسی کو قائم رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہندو اور مسلمان ہمارے غیر جانبدارانہ رویہ کا یقین رکھتے ہوئے ہماری فوجوں میں جوق در جوق بھرتی ہوئے اور ہماری وسیع سلطنت کو انہوں نے تعمیر کر دیا ہے اب یہ حکومت کا کام نہیں۔ کہ وہ بحیثیت حکومت ہندوستان کو عیسائی بنائے ہمیں خوش ہونا چاہیئے کہ ایسا نہیں ہے۔ آؤ ہم خوش ہوں کہ نیک نیتی اور بدنیتی۔ مذہبی جوش اور دنیاوی بڑائی کی اُمنگ ایسے افسوسناک طریق سے مخلوط نہیں ہے"

"ہندوستان کو عیسائی بنانے کا کام عیسائیوں کا نجی فرض ہے پس پرائیویٹ ضمیروں کو اپیل کی جاتی ہے۔ نیز پرائیویٹ مساعی کو پرائیویٹ جوش کو اور پرائیویٹ

نمونہ کو۔ ہر وہ عیسائی مرد اور عورت جو ہندوستان میں ہے جو اس وقت کمرہ میں موجود ہے۔ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ جو کچھ وہ کر سکتا ہے کرے۔

"آج ہم جس کام کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ کام یہ ہے کہ ہم وہ بہترین ذرائع اور وسائل مہیا کریں جن سے ہم اپنے اردگرد کے ممالک میں انجیل کی تعلیم پھیلا دیں"۔ [1]

اس تقریر کے بعد چندہ جمع کیا گیا اور پشاور میں مشن قائم ہو گیا۔ بعد میں اسی طرح سیالکوٹ۔ ملتان وغیرہ کے مقامات میں مشن قائم ہوتے گئے۔

انگریزی تہذیب کا اثر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر بیس بائیس سال کی ہو گی کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف غدر ہو گیا۔ حضور کے والد ماجد نے اپنے اس اصول کے ماتحت کہ وہ ہر امن قائم کرنے والی حکومت کے ساتھ تعاون ضروری سمجھتے تھے۔ انگریزوں کی مدد کی۔ پنجاب کے قریباً سب مشہور اور بڑے بڑے خاندانوں نے انگریزوں کی مدد کی۔ سر سید احمد خاں صاحب نے ۱۸۵۷ء کے واقعہ کو بغاوت قرار دیا۔ بلکہ "حرامزدگی کہا" اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ اس قسم کی بغاوت اسلام کے اصول کے سراسر خلاف ہے۔

---

[1] پنجاب وسندھ مشنز صفحہ ۱۶۱ - ۱۶۴

سلہ ان کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں کو مغربی علوم سیکھنے چاہئیں۔ اور بے شک انگریزی تمدن اختیار کر لینا چاہیئے چنانچہ جب اُن کے بیٹے کو ولایت جانے کے لئے حکومت کی طرف سے وظیفہ ملا۔ تو وہ خود بھی ۱۸۶۹ء میں انگلستان تشریف لے گئے اور وہاں ۱½ سال کے قریب قیام کیا۔ اپنی مشہور کتاب خطبات احمدیہ بھی وہیں لکھی۔ اور واپس آکر علی گڑھ کالج کی بنیاد لارڈ لٹن کے ہاتھوں ۱۸۷۷ء میں رکھوائی اور انگریز پروفیسر مقرر کئے۔

اس سے بہت پہلے انگریزی تہذیب اور اقتدار سے متاثر ہو کر ہندوؤں نے نہ صرف انگریزی زبان اور مغربی علوم سیکھنے شروع کر دئے تھے۔ بلکہ اُن کے ایک حصہ پر عیسائیت کا رنگ بھی چڑھ چکا تھا۔ چنانچہ راجہ رام موہن رائے (۱۷۷۲ء-۱۸۳۳ء) نے ۱۸۲۸ء میں برہمو سماج کی بنیاد رکھی اور ۱۸۳۰ء میں وہ انگلستان گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ہندوستان عیسائی مذہب اختیار کر لے گا۔ لیکن مشرقی۔ این ٹیگور ۱۸۴۱ء میں برہمو سماج میں ۔۔۔ داخل ہوا۔ اور اس نے سارے ملک میں اس سماج کے مبلغ بھیجے جو مشرقی بنگال سے پنجاب تک آئے۔ اس کا رجحان ویدوں کی طرف زیادہ رہا مگر ۱۸۵۷ء میں کیشب چندر سین اس سماج میں داخل ہو کر اسی کے لئے وقف ہو گیا یہ بھی انگلستان گیا اور ۱۸۷۰ء میں لوٹا۔ سر سید احمد خاں غالباً ابھی وہیں تھے اُس نے یہاں ہندو مذہب، عیسائیت اور اسلام کو ملا کر ایک نیا مت بنانے کی

سلہ رسالہ اسباب بغاوت ہند:- مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی اپنے رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۹ ۱۸۸۶ء میں لکھا ہے "مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بد کردار تھے۔"

کوشش کی۔ مگر کہتے ہیں کہ آخر کار وہ عیسائی ہوکر فوت ہوا۔ ان ایام میں پراپیگنڈا زوروں پر تھا۔ اس کے کئی اخبارات نکلتے تھے اور مبلغین بھی بہت کام کرتے تھے۔ یہ لوگ الہام کے منکر تھے۔

بہرحال غدر کے واقعات سے انگریزی حکومت اور دین عیسائیت کو بڑا دھکا لگا۔ غدر کی بڑی اور ظاہری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ این فیلڈ رائفل کے کارتوسوں کو سور اور گائے کی چربی لگائی جاتی تھی جس سے مسلمان اور ہندو سپاہیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگی۔ اور وہ اُسے برداشت نہ کرسکے۔ پادری ایڈمنڈ کا ایک تبلیغی خط بھی قابل اعتراض سمجھا گیا۔ بعض اور وجوہات بھی تھے۔ بہرحال انگریزوں نے اپنی فوجی طاقت استعمال کرکے بغاوت کو کچل دیا۔ سیاسی تدابیر یہ اختیار کیں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا راج ۸/۱۸۵۸ ۲ کو ختم کرکے برطانوی کابینہ میں وزیر ہند کا اضافہ کردیا۔ اور یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو الہ آباد میں ایک دربار منعقد کرکے ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا:۔

مذہبی آزادی

"دین عیسائیت کی صداقت پر پختہ یقین رکھتے ہوئے اور مذہب کی طمانیت کا جذبات تشکر سے اقرار کرتے ہوئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہ تو یہ ہمارا حق ہے اور نہ ہماری خواہش کہ ہم اپنے عقائد کو اپنی رعایا کے کسی حصہ پر ٹھونسنے کی کوشش کریں۔ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا شاہانہ ارادہ اور ہماری خوشی یہ ہے کہ ہماری رعایا میں سے کسی شخص کو اس کے مذہبی عقیدہ اور رسوم کی بنا پر نہ تو کسی رعایت کا مستحق سمجھا جائے اور نہ تنگ کیا جائے اور نہ کسی کا سکون چھینا جائے۔ بلکہ قانون کی نظر میں تمام لوگ مساوی طور پر غیر جانبدارانہ رنگ میں پوری حفاظت کے حقدار ہوں"

یہ خیال قطعاً درست نہیں کہ انگریزوں نے مذہبی آزادی اپنی امپیریل پالیسی کے ماتحت اس لئے دی کہ لوگ آپس میں لڑتے رہیں اور اکٹھے نہ ہو سکیں۔ اوّل تو خود وہ حالات جن میں یہ قانون بنایا گیا۔ اس خیال کے خلاف ہیں۔ دوئم۔ اُن کے اپنے ملک میں جہاں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ اور دیگر فرقے آباد ہیں یہی قانون رائج ہے۔ انگلستان کی تاریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ انگریزوں کو یہ سبق اُن کی آپس کی مذہبی خونریزیوں نے ہی سکھایا۔

سوئم۔ انگریزوں نے ٹرکی کی حکومت سے بھی ایسا ہی مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ ... Lord Clarerdan وزیر خارجہ انگلستان نے ۷ ارستمبر ۱۸۵۶ء کو اپنے قسطنطنیہ کے سفیر کے ذریعہ ٹرکی کی حکومت کو ایک خط لکھا جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے:

"ہز مجسٹی کی حکومت آپ سے یہ مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے اور وہ صاف صاف یہ مطالبہ کرتی ہے کہ پیدائشی مسلمانوں کو جو عیسائیت اختیار کریں قطعاً کوئی سزا دی جائے جو اسلام قبول کرلے۔ تمام ایسے حالات میں انسانی ضمیر کی تحریکات مکمل طور پر آزاد رہنا چاہئیں اور دنیاوی طاقت کو اجازت نہ ہونی چاہیئے کہ وہ کوئی روحانی فیصلہ جبراً ٹھونسے۔"

اگر انگریز مذہبی آزادی کو اپنے ملک اور دوسرے ممالک کیلئے پسند نہ کرتا اور صرف ہندوستان میں ہی یہ آزادی ہوتی۔ تب تو شاید کسی حد تک یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ اپنے سیاسی مفاد کی خاطر انگریز نے مذہبی آزادی دی ہے لیکن واقعات روز روشن کی طرح واضح کرتے ہیں کہ یہ امر درست نہیں ہاں بے شک یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذہبی آزادی کا قانون بنا کر انگریز عیسائیت کی تبلیغ کو ضرور وسیع کرنا چاہتا تھا اور عیسائیت کی ترقی میں انگریز کی سیاست اور حکومت ہندوستان میں واقعی مضبوط ہو رہی تھی۔ اگر یہ نظریہ درست ہے جیسا کہ واقعہ میں ہے تو پھر اس بات کو بھی تسلیم

کرنا پڑے گا کہ عیسائیت کی تردید صرف مذہبی ذیل ہی کی بیخ کنی نہ تھی بلکہ انگریز کی سیاست اور حکومت کا ایک زبردست توڑ تھا۔

علاوہ ازیں مذہبی آزادی خالص اسلامی تعلیم ہے اس پر کوئی مسلمان اعتراض نہیں کرسکتا۔ ایک عیسائی شاعر لامارٹین کہتا ہے "صرف مسلمان ہی تمام روئے زمین پر ایک قوم ہیں جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتے ہیں" اور ایک انگریز سیاح سلیڈن نے مسلمانوں پر یہ طعنہ کیا ہے کہ "وہ حد سے زیادہ دوسرے مذاہب کو آزادی دیتے ہیں"۔ لے

بہرحال یہ ظاہر ہے کہ اس مذہبی آزادی کا سب سے زیادہ فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے تھے جو اپنا ایک نظام رکھتے تھے۔ اور جن کے پاس تعلیم۔ کارکن روپیہ اور سامان وافر تھا۔ پس عیسائیوں نے ایک سکیم کے ماتحت اپنی تبلیغی مساعی کو فوراً تیز کر دیا۔

عیسائیت کی طرف سے غدر کا عملاً جو جواب دیا گیا۔ اس کا ذکر ہسٹنگز انسائیکلوپیڈیا آف ریلجس میں اس طرح کیا گیا ہے کہ ۱۸۵۸ء میں

As a Christian reply to the meeting

ایک خاص انجمن انگلستان میں قائم کی گئی جس کا کام صرف یہ تھا کہ ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کے لئے لٹریچر بہم پہنچائے۔ اس سوسائٹی کے نام یعنی کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا سے ہی اس کا مقصد ظاہر ہے۔ نیز اپنی تبلیغی مساعی کو زیادہ منظم کرنے کے لئے لورپول میں ۱۸۶۰ء میں مبلغوں کی ایک کانفرنس بھی بلائی گئی۔ اسی طرح بڑے بڑے انگریز افسروں نے غدر کے بعد اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ برطانوی حکومت کو اپنے مذہب کے معاملہ میں بزدلی نہیں دکھانا چاہیئے۔ چنانچہ سر جان لارنس نے جو ۱۸۶۴-۶۹ء میں ہندوستان کا گورنر جنرل رہا لکھا ہے:۔

" غدر کے بھڑکانے میں سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ برطانیہ حسب عادت اپنے مذہب کے معاملہ میں بزدلی دکھاتا رہا[۲]

اسی طرح سر ہربرٹ ایڈورڈ کی رائے تھی کہ :-

" غدر کے برپا ہونے کی یہ وجہ نہ تھی کہ عیسائیت کی تبلیغ کی گئی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کی تبلیغ نہ کی گئی" [۱]

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی نے سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا تھا۔ گو وہ خود شہید ہو گئے مگر جس مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے وہ چند سالوں میں حاصل ہو گیا۔ یعنی سکھوں کے مظالم کا خاتمہ ہو گیا اور پنجاب میں انگریزوں نے باقی ہندوستان کی طرح کامل مذہبی آزادی قائم کر دی۔ اس بزرگ کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق جہاد کی اب ضرورت باقی نہ رہی تھی اور آپ کے متبعین کو چاہئیے تھا کہ جنگی سلسلہ کو ختم کر دیتے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے حالات کی مجبوری کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ سینکڑوں میلوں میں پھیلی ہوئی وسیع تنظیم کئی سالوں تک قائم رہی پنجاب کی سرحد پر لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں :-

" سنہ ۱۸۵۰ء سے لے کر سنہ ۱۸۵۷ء تک ہمیں سولہ[۱۶] مہمات روانہ کرنا پڑیں۔ جن میں ۳۳ ہزار سپاہی تھے۔ لیکن سنہ ۱۸۶۳ء تک الگ الگ مہمات کی تعداد بیس ہو گئی۔ جن میں سپاہ کی تعداد ساٹھ ہزار تھی"۔

چونکہ اندرون ملک یعنی پٹنہ اور بنگال سے سرحدی غازیوں کے لئے مخفی طور پر

---

[۱] دیکھو خطبات احمدیہ سر سید احمد ص ۲۹۹ مطبوعہ نول کشور سٹیم پریس لاہور

[۲] Punjab and Sindh Missions مصنفہ رابرٹ کلارک لنڈن سنہ ۱۸۸۵ء صفحہ ۲۹۴

[۱] The Missions مصنفہ رابرٹ کلارک سنہ ۱۹۰۳ء ص ۲۳۳

جانی اور مالی امداد بہم پہنچانے کا انتظام کیا جاتا تھا اس لئے حکومت کو اس طرف بھی خاص توجہ دینا پڑی۔ اور مختلف سٹیٹ ٹرائل (State Trials) کر کے بہت سے مجرموں کو سزا دینا پڑی مندرجہ ذیل ٹرائلز ہوئیں:۔

انبالہ ٹرائل	۱۸۶۴ء	راج محل ٹرائل	اکتوبر ۱۸۷۰ء
پٹنہ "	۱۸۶۵ء	عظیم "	۱۸۷۱ء

مالوہ ٹرائل ستمبر ۱۸۷۰ء

انگریزوں نے ایک سو سال تک (۱۷۶۵ء سے ۱۸۶۴ء تک) ہوشیاری سے مسلمان بادشاہوں کے نام پر حکومت کی۔ اور آخر میں ایکٹ گیارہ ۱۸۶۴ء پاس کر کے مسلمان قاضیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کی حکومت کا آخری نشان مٹا دیا۔ اُن کی حکومت کے تمام نشانات مٹ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو ہر قسم کا نقصان ہوا۔ اُن کے قاضی نہ رہے۔ فوج کی اعلیٰ ملازمت۔ تعلیم اور محکمہ مال کی افسری سب مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہی اور آمد کی کوئی دوسری صورت نہ رہی۔ ادھر کلکتہ مدرسہ کے مولوی یہ پڑھتے پڑھاتے رہے کہ دین اسلام کے مطابق مسلمان غیر مسلموں کے ماتحت نہیں رہ سکتے بلکہ جہاد کر کے انکو قتل کر دینا ثواب کا کام اور فرض ہے۔

ان سب مشکلات نے انگریزوں کی توجہ کو جو پہلے بھی اپنے مذہب سے گہرا تعلق رکھتے تھے عیسائیت کی طرف زیادہ پھیر دیا۔ غدر سے پہلے اور اس کے بعد جن لوگوں نے عیسائیت پر زور دینا چاہا تھا وہ اِن حالات سے اور زیادہ پختہ ہو گئے اتنے بڑے ملک میں مذہبی جبر کرنا تو آسان نہ تھا۔ ملکہ معظمہ جبر کے خلاف اعلان بھی کر چکی تھیں۔ اس لئے ایک ہی صورت ان مشکلات کے حل کی باقی رہ گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ دین عیسائیت کی تبلیغ کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ اور مبلغوں کے لئے ہر قسم کی آسانیاں بہم پہنچائی جائیں۔ اس لئے انگریزی

قوم نے اسی پر زور دیا۔ ہربرٹ ایڈورڈز جیسے لوگ تو پہلے ہی یہ یقین رکھتے تھے کہ انگلستان کو حکومت ملی ہی اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو عیسائی بنائے۔

جہاد کے خلاف علماء اسلام کے فتوے

تعلیمیافتہ مسلمانوں نے کوشش کی کہ وہ انگریزوں کو یقین دلائیں کہ وہ ان کے خلاف جہاد کو فرض نہیں سمجھتے۔ سر سید احمد خاں صاحب نے تو غدر کے بعد ہی اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا شروع کر دی تھی اور مسلمانوں کو اپنی کتاب اسباب بغاوت کے ذریعہ برٹش گورنمنٹ کی وفاداری کی تلقین کی تھی مقدمات ابھی جاری تھے کہ ۱۷ رجولائی ۱۸۷۰ء کو ہندوستان کے سات بڑے بڑے علماء کی طرف سے اس مضمون کا ایک فتوی شائع ہوا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں ہے۔ اُن علماء کے نام یہ ہیں۔ لکھنؤ کے مولوی علی محمدؐ صاحب، مولوی عبدالحی صاحب۔ مولوی فضل اللہ صاحب مولوی محمد نعیم صاحب، مولوی رحمت اللہ صاحب، مولوی قدرت اللہ صاحب اور مولوی قطب الدین صاحب دہلوی۔ پھر مکہ معظمہ سے ہندوستان کے دارالسلام ہونے کے متعلق حنفیوں۔ شافعیوں اور مالکیوں کے مفتیوں سے فتاوی منگوائے گئے۔

۲۳ر نومبر ۱۸۷۰ء بروز بدھ کلکتہ کی محمڈن لٹریری سوسائٹی کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مولوی کرامت اللہ صاحب جونپوری نے لیکچر دیا۔ کہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کا حکومت کے متعلق کیا رویہ ہونا چاہئیے اس میں یہ ثابت کیا گیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں جلسہ کی کاروائی کے اس حصہ کو بعد میں شائع بھی کر دیا گیا اس کے بعد ۱۸۷۱ء میں منشی امیر علی صاحب کا ایک رسالہ جہاد کلکتہ میں شائع ہوا۔ اس میں شیعہ قانون کے مطابق یہ ثابت کیا گیا کہ ملکہ معظمہ کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں کیونکہ امام کے

بغیر جہاد جائز ہو ہی نہیں سکتا

افسوس کے آج مولانا مودودی صاحب کے صالح کارندے ناواقف لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے اس جھوٹ کے چراغ چوراہوں پر جلا رہے ہیں کہ "مسلمان انگریزی اقتدار کے نیچے ہمیشہ سخت مضطرب رہے ہیں اور انہوں نے اس چٹان کے نیچے اپنی جانیں، اپنا دین و ایمان اور اپنا دنیوی مفاد بچا نکلنے کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہے" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی سے بارہ چودہ سال پہلے شیعہ سُنی علماء دہلی۔ لکھنو۔ کلکتہ اور مکہ سے یہ فتوی دیرہے تھے۔ اور اسی مضمون پر تقریریں کر رہے تھے کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں۔ کیا یہی وہ مسلمانوں کی جدوجہد ہے جسکا ذکر مودودی صاحبان فرمارہے ہیں؟ کیا ان مشہور علماء نے مسلمانوں کو غیر اسلامی حکومت کے تحت پُرامن زندگی گذارنے کے لئے مطمئن نہیں کیا؟ کیا سر سید احمد خاں صاحب نے مسلمانوں کو انگریزوں کی وفاداری کا سبق دے کر غیر ملکی امپیریلزم کو سہارا نہیں دیا تھا؟

ہاں انگریز کا ردعمل ضرور قابل توجہ ہے۔ مسٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے ایک کتاب ۱۸۷۱ء میں لکھی جس کا نام The Indian Musalmans ہے اس نے ان سب فتاوی پر بحث کی اور شیعوں کے متعلق یہ کہہ دیا کہ اُن کی تعداد تھوڑی ہے۔ اور وہ تقیہ بھی کر لیا کرتے ہیں۔ دوسرے فتووں کا غور سے مطالعہ کیا گیا اور بالآخر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۷ پر یہ رائے ظاہر کی:

"The utmost we can expect of them is non-resistance"

یعنی مسلمانوں سے ہم زیادہ سے زیادہ یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ ہمارا مقابلہ نہ کریں اور بس۔ یہ کتاب ۱۸۷۶ء میں دوبارہ انگریزی میں شائع ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۲ء میں اس کے متعلق براہین احمدیہ حصہ سوئم کے شروع میں یوں فرمایا :۔

"بعض ناواقف انگریزوں نے خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے جو کمیشن تعلیم کے اب پریذیڈنٹ ہیں اپنی ایک مشہور تصنیف میں اس دعویٰ پر بہت اصرار کیا ہے کہ مسلمان لوگ سرکار انگریزی کے خیر خواہ نہیں ہیں :"

غرض حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے انگریز کا دل صاف نہ ہوا اور اس کی تسلی نہ ہوئی وہ چاہتا ہی تھا کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیزار ہو جائیں اور عیسائیت قبول کر لیں۔ بلکہ وہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو مسیح کا نام لیوا بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے چاروں طرف نظر کر کے اُسے معلوم ہوا کہ ہندوستان ہی اس کام کے لئے موزوں ہے چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجنز کی جلد ۸ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ :۔

"ہندوستان میں مسلمانانِ عالم میں کام کرنے کا سب سے زیادہ وسیع اور موثر میدان موجود ہے۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد ۶½ کروڑ کے قریب ہے اور اس میں ہر قسم کے عقیدہ کے لوگ شامل ہیں۔ یہ بات مسلمانوں کو سیاسی طور پر زیادہ اہمیت دیتی ہے ......"

پنجاب تبلیغ عیسائیت کی بیس Base تھا

عیسائی مبلغوں کی رپورٹوں اور کتب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں

وہ پنجاب کو اپنی تبلیغ کا BASE یقین کرتے تھے۔ چنانچہ رابرٹ کلارک نے لکھا ہے :-

"پنجاب کے سرحدی لائن سے اور اسے اپنے کام کا BASE بنا کر عیسائیت ان مقامات تک پھیل سکتی ہے۔ جہاں ابھی اس کا نام بھی نہیں پہنچا۔" [1]

پھر لکھا ہے کہ :-

وسط ایشیا میں عیسائیت کے مشنری کام کے لئے پنجاب ایک قدرتی BASE معلوم ہوتا ہے" [2]

یہی وجہ ہے کہ پنجاب کے دوسرے لفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ منٹگمری نے ۱۸۶۱ء میں پنجاب کے مختلف حصوں میں پندرہ گرجا گھر سرکاری خرچ پر تعمیر کرانے کی منظوری حاصل کرلی۔ اس سال مشن پریس لدھیانہ سے ڈاکٹر فنڈر کی کتابیں میزان الحق اور مفتاح الاسرار طبع کر کے شائع کی گئیں۔ یکم جنوری ۱۸۶۳ء کو جنرل ای۔ لیک کمشنر جالندھر نے لاہور مشنری کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ وہ لوگ جو باقاعدہ عیسائی مبلغ نہیں مبلغین کا پورے طور سے ہاتھ بٹائیں۔ انہوں نے کہا :

"ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان ناکافی ذرائع کو ایک ایسی والنٹیر فورس سے مکمل کریں جو چرچ کے ان ممبروں میں سے بھرتی کیا جائے جو پادری نہ ہوں اور اس میں یورپین اور ہندوستانی دونوں شریک ہوں۔ ملک کا وہ عام طبقہ جو اب ہمارے کام میں رکاوٹ بنتا ہے اس کو زیادہ تر ایسے رنگ میں استعمال کرنا چاہیئے کہ وہ کام کو ترقی دے۔ مشنریوں کی مساعی میں اس طرح شریک ہو کر ہم اپنے اندر ان کی کچھ تبلیغی روح جذب کریں گے۔ اور صرف

[1] The Mission P. 17 [2] The Mission P. 245

دوسروں کی روح کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے بلکہ خود اپنی روح میں بھی جلا پیدا کرنے والے ہوں گے۔"[۱]

ولیم میور[۲] نے جب وہ بنگال سول سروس میں تھا ۱۸۶۱ء میں Life of Mohamet کو انگریزی میں لنڈن میں طبع کرائی۔ اور اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف واقدی کی جھوٹی روایتیں لے کر بہت کچھ بکواس کی۔ یہ کتاب پادری فنڈر کی پُر زور فرمائش پر لکھی گئی تھی۔

انگریز اپنی سلطنت کی غرض اور اُس کا استحکام عیسائیت کو سمجھتے تھے

۱۸۶۲ء میں انگلستان کے وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن اور وزیر ہند سر چارلس وُڈ کی خدمت میں ایک وفد پیش ہوا جس میں بڑے بڑے لوگ اور ہاؤس آف کامنز اور ہاؤس آف لارڈز کے ممبر شامل تھے۔ آرچ بشپ آف کنٹربری جو انگلستان کا سب سے بڑا پادری تھا۔ اُس نے اس وفد کا تعارف

۱؎ The Missions P. 248-249

۲؎ یہ شخص ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کا فارن سکرٹری بنا۔ پھر ۱۸۶۸ء میں شمال مغربی صوبہ کا لیفٹننٹ گورنر بنا اور ۱۸۶۷ء میں ریٹائر ہو کر لنڈن میں کونسل آف انڈیا کا ممبر بن گیا۔ اس نے ۱۸۸۳ء میں کتاب Early Caliphate لکھی اور اس کے بعد مختلف مضامین اسلام کے خلاف لکھتا رہا

کرایا۔ وزیر ہند نے اس وفد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :۔

"میرا یہ ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے۔ اور ایمپائر کے استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے" [۱]

خود وزیر اعظم نے اس موقعہ پر فرمایا :۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں" [۲]

اسی طرح ایک تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے

"خدا تعالےٰ نے اپنی مشیت کے ماتحت ہندوستان کو برطانیہ کے ہاتھ میں اس لئے دیا کہ لوگوں کو عیسائی بنایا جا سکے۔ بنگال کی فوج میں ایک سے زیادہ کرنیل نے پریڈوں کے دوران میں گرمجوشی سے فوج کو بائبل کا درس دیا حتیٰ کہ لارڈ پامرسٹن نے بھی اس تقریب کے موقعہ پر جو لارڈ کیننگ کے گورنر جنرل مقرر ہونے پر منعقد کی گئی تھی۔ یہ کہا۔ غالباً مشیت نے یہ کام ہمارے ہی سپرد کیا ہے کہ ہم ہندوستان کی ان گنت آبادی کو ایک اور اعلیٰ اور عظیم الشان تحفہ دیں جو محض انسانی علم سے بہت بالا ہے

---

۱ و ۲ The Mission by R. Clark, London 1904 P. 234

۳ کیمبرج شارٹر ہسٹری آف انڈیا مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس ص ۷۱۵ ۱۹۳۴ء

لارڈ لارنس (۶۹-۱۸۶۴) نے ایک موقعہ پر کہا :-

" کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں۔" [۱]

اسی پالیسی کے ماتحت پنجاب کے تمام انگریز افسروں نے سی۔ایم۔ایس سے ۱۸۶۲ء میں اپیل کی کہ کشمیر میں بھی تبلیغ شروع کریں اور لفٹیننٹ گورنر سر آر منٹگمری نے ایک ہزار روپیہ چندہ بھی دیا۔ چنانچہ ۱۸۶۴ء میں وہاں مستقل مشن قائم ہو گیا۔

اس بات کا ثبوت کہ عیسائی مذہب حکومت کے لئے واقعی تقویت کا موجب تھا یہ بھی ہے کہ جب کبھی کسی مخفی کام کرنے کی ضرورت پڑتی تھی انہی لوگوں پر اعتماد کیا جاتا تھا جو عیسائیت کو قبول کر چکے تھے چنانچہ لارڈ میوجب ہندوستان کا گورنر جنرل تھا (۷۲-۱۸۶۹) اسے ایک ایسے قابل اعتماد آدمی کی ضرورت پڑی جو کسی مخفی کام کے لئے وسط ایشیا جائے تو اس نے صوبیدار دلاور خاں کو منتخب کیا جو افغانوں میں سے عیسائی ہو چکا تھا۔

انہی ایام میں حکومت نے ہندوستان کی مادی اور اخلاقی حالت اور ترقی کے متعلق ایک رپورٹ تیار کرائی جو ہاؤس آف کامنز نے ۱۸۷۳ء میں شائع کی۔ اس کا ایک فقرہ قابل ذکر ہے :-

" حکومت ہند انتہائی شکر گذاری کے جذبات کے ساتھ ان ۶۰۰ مشنریوں کی نیک کوششوں کو سراہتی ہے۔ ان کا بے داغ نمونہ اور ان کی بے لوث خدمات انگریزی رعایا کی بے شمار آبادی کی دقیانوسی زندگی میں نئی روح پھونک رہے ہیں اور وہ انہیں بہتر آدمی اور اس عظیم الشان ایمپائر کے بہتر شہری بننے کے لئے

---

[۱] Lord Lawrence's Life Vol II P: 313

تیار کر رہے ہیں جس میں وہ بستے ہیں" [1]

حکومت انگلستان دنیا میں اس وقت سب سے بڑی حکومت سمجھی جاتی تھی اس کا وزیر اعظم یہ کہتا ہے کہ تبلیغ عیسائیت ہمارا فرض ہے اور وزیر ہند یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر شخص جو ہندوستان میں عیسائی ہوتا ہے وہ برطانوی حکومت کے لئے باعث طاقت و قوت ہے۔ اور پھر ہاؤس آف کامنز ہندوستان کے تمام عیسائی مبلغوں کی کھلم کھلا تعریف کرتا ہے اور ان کی مساعی کو اپنے اوپر احسان یقین کرتا ہے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ برطانوی عزائم ہندوستان کے متعلق صلیبی جنگوں سے زیادہ خطرناک تھے؟ ملک کی سیاست اور حکومت پر قبضہ کر کے اب وہ ہندوستان کے باشندوں کے دل و دماغ اور روح پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ پاپائے روم کے مسیحی سپاہی فرانس جرمنی بلجیم اور اٹلی سے ۱۸۳۷ء سے لے کر ۱۸۷۰ء تک ہندوستان کے مختلف صوبوں میں پہنچتے رہے تھے۔ اور جنوبی ہند میں ان کو خاص کامیابی بھی ہو چکی تھی [2]

پروٹسٹنٹ مبلغوں نے شمالی ہند میں امریکہ۔ جرمنی اور انگلستان سے آکر کام کیا۔ سارے ملک پر برطانیہ کی حکومت ہو چکی تھی اور مزید ملکی توسیع کی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ اس لئے اب انگریز اپنا مذہب اور مغربی تہذیب ہندوستان پر اپنے خاص انداز میں ٹھونسنا چاہتے تھے۔

سر ڈونلڈ میکلوڈ پنجاب کے لفٹنٹ گورنر نے اپنی موت سے ۶ ماہ قبل یہ کہا تھا (یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے کانگڑہ مشن قائم کروایا تھا)،

---

[1] History of Protestant Missions by Rev. M. A. Sherring London 1875 P. 468

[2] دیکھو انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجز جلد ۸

"میں اپنے اس یقین کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمین ہند میں اپنی سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ ملک عیسائی ہو جائے"۔ [1]

پنجاب کے ایک اور لفٹنٹ گورنر چارلس ایچی سن کا جوش تبلیغ پادریوں کے لئے بھی ایک نمونہ ہے اور وہ دوسروں کو تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کی پر زور تلقین کرتے ہیں۔ ۲۱ر نومبر ۱۸۸۳ء کو انہوں نے مشن چرچ [2] بٹالہ کا سنگ بنیاد رکھا اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ایک ممتاز ہندوستانی ایک دفعہ انہیں ملنے کے لئے آیا تو ایک گھنٹہ کے قریب وہ اُسے عیسائیت کی تبلیغ کرتے رہے چنانچہ کہتے ہیں:۔

"میں نے اپنی پوری کوشش کی کہ میں اُسے اس خون سے آگاہ کر دوں جو کالوری پر بہایا گیا۔ جس نے تمام بنی نوع انسان کے لئے گناہوں کی بخشش حاصل کر لی تھی"۔ [3]

---

[1] The Missions P. 47

[2] بٹالہ کا مشن ۱۸۶۶ء میں شروع کیا گیا تھا۔ فنڈر کے کہنے ہوئے یوحنا عیسائی نے امرتسر سے آکر کام شروع کیا تھا۔

[3] The Missions P 80۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک اشتہار ۱۸۸۷ء میں اس طرح فرمایا

"جب خود نواب لفٹنٹ بہادر اپنے خوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلانا بہ دل رغبت چاہتے ہیں بلکہ اس کیلئے کبھی کبھی موقع پاکر تحریک بھی کرتے ہیں تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہوں گے"۔ خوشامد کرنے والا شخص تو لاٹ صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتا اور مداہنت کرتے عیسائیت کی تائید کرتا۔ لیکن یہاں حضور نے معاملہ کا رخ ہی بدل ڈالا اور نہایت عمدگی اور حکمت سے اتنے بڑے حاکم کے مذہب اور اس کی رائے کی تردید کا راستہ کھول دیا

یہی صاحب شملہ میں ۱۸۸۸ء میں مبلغوں کی ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہیں جس
کے صدر اسی علاقہ کے بشپ تھے۔ اور جس میں لیڈی ڈفرن۔ لیڈی رابرٹس
اور لیڈی لائل جیسی بڑی ہستیاں موجود تھیں۔ اس تقریر کے چند فقرات یہاں درج
کئے جاتے ہیں جن سے اُن کے مذہبی جذبات کا پتہ لگتا ہے۔

" اِن دنوں مشن کے کام پر بہت حد تک مخالف تنقید کی جا رہی ہے مگر یہ
خوش قسمتی ہے کہ کم از کم اس ملک میں ہمارے مبلغوں کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ
وہ اس علمی تنقید کی ٹکر سے جھجکیں۔ شاید بعض ایسے لوگوں کو جنہیں اس طرف
توجہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ جس رفتار سے ہندوستان
کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتار
سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں
کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے . . . . .

" اب سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان امر کا سبب کیا ہے۔ کیا وجہ ہے
کہ جدھر بھی ہم اپنی نظر دوڑائیں خواہ وہ شمالی جانب ہو یا جنوبی۔ مشرق میں ہو
یا مغرب میں۔ ہمارے سب سے پرانے صوبے ہوں یا نئے مفتوحہ علاقے۔ ہم
دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی جماعت ایسی تیز رفتاری کے ساتھ پھیل رہی ہے کہ
جتنی وہ قرون اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی؟ میں اور آپ اس کا حقیقی سبب
جانتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ خداوند کی روح کی حرکت ہے۔ پہلے کی طرح اب بھی
خداوند اپنے نام کو عظمت دے رہا ہے۔ اور وہ ہمارے چرچ کو ان لوگوں
سے وسعت دے رہا ہے جو نجات چاہتے ہیں۔ انجیل کے پیغام کی قدیم طاقت
ابھی تک موجود ہے۔ اب بھی رسولوں کے زمانہ کی طرح خدا کا کلام زبردست
نشوونما کی طاقت رکھتا ہے اور اُسی کا غلبہ ہو رہا ہے

"اس صوبہ پنجاب میں ہمارے مبلغوں کی کوششوں کی بہت قدر کی گئی ہے اور خلوص دل سے اُن کا اعتراف کیا گیا ہے۔ میں اس موقعہ پر خود اپنی طرف سے اُن کی خدمت میں اپنی احسان مندی کا اقرار کرنا چاہتا ہوں۔ پنجاب کے گورنروں نے عیسائی مشنوں کی حمایت اور عملی اعانت کی روایات قائم کردی ہیں۔ یہ امر اپنی آپ ہی مثال ہے کہ پنجاب میں سی۔ ایم۔ ایس کے بہت سے مشنوں کی بنیاد اُن عام عیسائیوں نے رکھی ہے جو سرکاری ملازم تھیا۔

"آپ کو بھی یہ خیال آیا ہوگا کہ جن لوگوں کے میں نے نام لئے ہیں۔ وہ مشنری کام کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش تھے۔ جنہوں نے خداوند کی توقیر کی اور اس کے نام کا لوگوں کے سامنے اقرار کیا۔ وہ پنجاب کے نظم و نسق کے بہترین اور نہایت ممتاز افسر اعلیٰ تھے جو کبھی اس صوبہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ ایسے اشخاص تھے جن کے نام کو لوگ بہت عزت اور توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لارنس۔ منٹگمری۔ ایڈورڈز۔ میکلوڈ۔ رینل۔ ٹیلر ایسے نام ہیں جو اس صوبے کے ہر گھر میں معروف ہیں۔ بعض اس صوبے کے باہر بھی۔ بعض یورپ میں اور ہر اُس جگہ جہاں ہندوستان کی تاریخ پڑھی جاتی ہے مشہور ہیں۔ وہ مشن جو انہوں نے ہمارے سرحدی صوبے میں قائم کئے۔ سرحدی چوکی کی طرح قائم کھڑے ہیں۔ وہ وسط ایشیا کے وسیع میدانوں کے مقابل واقع ہیں تا وہاں سے خدائی فوج کو حکم ملنے پر آگے بڑھ کر ان علاقوں پر قبضہ کرلے ہمیں امید رکھنا چاہئیے کہ علاقہ جاتی الحاق کے دن ختم ہو چکے ہیں اور انگریزی سلطنت بحری اور پہاڑی علاقوں میں اپنے قدرتی حدود تک پہنچ گئی ہے لیکن ہمارے خداوند اور اس کے مسیح کی بادشاہت کے لئے وقت اور مقام کی کوئی حد بندی نہیں۔ جہاں کہیں کوئی انسانی روح پائی جاتی ہے خواہ وہ

کتنی ذلیل اور پسماندہ کیوں نہ ہو (بلکہ اسی وجہ سے) وہاں خدا کی بادشاہت کا قائم کرنا ضروری ہے۔ اس کی سلطنت کے لئے مقدر ہے کہ وہ عالمگیر ہو کیونکہ وہی نیکی اور امن کی سلطنت ہے"۔

پنجاب کے ایک اور لیفٹننٹ گورنر صاحب میکورتھ ینگ میسور جانے سے پہلے ۲۲ اگست ۱۸۹۹ء کو یوں تقریر کرتے ہیں :-

"دشمنوں کی پروانہ کرنا نہایت ہی کوتاہ نظری ہے۔ کیا ہم اُن مسائل کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں جو اس ملک کے لوگوں کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو کیا ہم نہایت ہی نادان نہیں ہیں۔ اگر ہم اس بڑی طاقت کو جو اُن میں کام کر رہی ہے نظر انداز کر دیں۔ اگر ایسا کریں گے تو ہم حقیقتاً بے وقوف ہونگے۔ کیا اس کمرہ میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو یہ نہیں سمجھتا کہ مذہب ایک ایسی بڑی طاقت ہے جس کا کوئی اور چیز مقابلہ نہیں کر سکتی انسانی کیریکٹر کو اعلیٰ اور ارفع بنانے میں ذلیل کن عادات کو تبدیل کرنے میں اور امن اور آسائش کی ترقی کے معاملہ میں کونسی چیز ہے جو مذہب کا مقابلہ کر سکے۔ کیا یہ کام دہریت کر سکتی ہے۔ ہندوستان میں عیسائیت کی اشاعت سے قبل کسی عقیدہ اور مذہب نے اس امر میں کوئی اثر پیدا کیا ہے ؟ کیا ان مذاہب میں جن کا ذکر ہم سنتے ہیں کوئی ترمیم یہ کام کر سکتی ہے ؟ کیا تمہارے خیال میں اس کا امکان ہے کہ یسوع مسیح کی انجیل کو چھوڑ کر کوئی چیز کامیاب ہو سکتی ہے ؟ کیا تمہیں یہ ایمان نہیں کہ عیسائیت یہ سب کچھ کر سکتی ہے ؟ . . . . . کیا تم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کا عمل شروع ہو گیا ہے؟ مشرق کے مذاہب میں جو چیز سب سے زیادہ قیمتی ہے اس کو از سر نو تازہ کرنے کی کوشش اس یقین کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے کہ ایک ہستی یہاں ایسی

موجود ہے۔ جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بدھ۔ ہندو تثلیث اور گورونانک سے بڑا ہے۔ کیا تم الگ ایک طرف رہو گے اور اس فتح میں حصہ نہ لوگے؟ . . . . مشنوں میں دلچسپی نہ لینا ہندوستان کے لوگوں پر ظلم ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ دنیا میں ایک ہی چیز ہے جو انسانی روح کو اطمینان بخش سکتی ہے۔ یعنی یسوع مسیح کے ذریعہ خدا کی محبت۔ کیا ہمیں اس بات کی پروا نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ لوگوں کو یہ اطمینان نصیب ہو . . . . . مشنوں کے ساتھ لاپرواہی برتنا اپنے آپ کو بہت بڑا نقصان پہنچانا ہے۔ غیر تبلیغی جماعت ایک مردہ جماعت ہے اور تبلیغ نہ کرنے والی روح ایک مردہ روح ہے" [1]

ایسی ہی تقریروں کا نتیجہ تھا کہ حکومت کے بعض افسر عیسائیت کی تبلیغ کرنے کی خاطر وقف ہو جاتے تھے۔ چنانچہ مسٹر ایچ۔ ای۔ پرکنز جو امرتسر اور راولپنڈی میں کمشنر تھے تیس سال کی سروس کے بعد ۱۸۹۵ء میں باقاعدہ مبلغ بن گئے۔ اور اٹاری کے پاس ایک مشن کے انچارج ہو گئے۔

مسٹر جے رچرڈ نے مشنوں کی ایک تاریخ لکھی ہے جو لنڈن میں ۱۹۰۸ء میں طبع ہوئی۔ اس کا ایک فقرہ صاف صاف اس حقیقت کا انکشاف کرتا ہے کہ نصرانیت کی تبلیغ صرف مبلغین ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ پنجاب میں برطانوی حکومت کے ذمہ دار افسران کھلم کھلا خود یہ فریضہ ادا کر رہے تھے۔ وہ فقرہ یہ ہے:۔ یہ عجیب بات ہے کہ پنجاب کے نئے صوبہ کو جسے مطمئن کرنا بہت مشکل ہے ایسے کئی گورنر ملے۔ جو اعلیٰ استعداد کے مالک نہایت ہی قابل اور ممتاز لوگ تھے۔ جیسے ہنری۔ سر جان لارنس۔ رابرٹ منٹگمری۔ ہربرٹ ایڈورڈ۔ جنرل آرٹیکر۔ اپنے دوسرے امتیازات کے علاوہ یہ لوگ اپنی نیکی اور جوش تبلیغ کے لحاظ سے

---

[1] The Missions P. 157

بڑی شہرت رکھتے تھے ۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے کبھی اپنے مذہب عیسائیت کو کسی ہندو اور مسلمان کے سامنے چھپایا نہیں اور نظام حکومت کو عیسائی اصولوں کے مطابق چلایا ۔ بلکہ انہوں نے مشنریوں کے کام کی تائید اپنے نفس کی قربانی سے کی ۔ اور ایسی ہمت اور ذاتی ولولہ سے جس کی مثال ہندوستانی مشنوں کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے " (صفحہ ۱۹۳ ۔ ۱۹۴)

عیسائی لٹریچر اور مبلغوں کی بھرمار

مختلف سوسائٹیوں اور پادریوں نے ہندوستانی مسلمانوں کیلئے لٹریچر کی اتنی بڑی مقدار پیدا کی ۔ کہ چینی ۔ افریقی اور روسی مسلمانوں کیلئے اس کا عشر عشیر بھی موجود نہیں ۔ اُردو ۔ فارسی ۔ عربی اور انگریزی میں اسلام کے خلاف نہایت کثرت سے کتب ۔ رسائل اور اخبارات شائع کئے گئے اور کروڑوں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے گئے (ضمیمہ کے طور پر چند کتابوں کی ایک فہرست شامل کی گئی ہے) مسلمانوں نے ہمت کر کے بعض کتابیں لکھیں ۔ مثلاً مولوی رحمت اللہ صاحب کرانہ اور ڈاکٹر وزیر خاں صاحب آگرہ (اعجاز عیسوی اور ازالۃ الاوہام) مولوی عبد الہادی صاحب لکھنؤ (کشف الاستار) مولوی آل حسن (استفسار) ابو منصو (میزان المیزان ۔ رقیمۃ الوداد ۔ الغام عام ۔ عقوبۃ الضالین بمصباح الابرار) مولوی محمد علی بچھراوی (صولت اللہ الجبار) بُت شکن (غلطت الہنود) سر سید احمد خاں (خطبات احمدیہ وغیرہ) لیکن عیسائیوں اور آریوں نے اتنی بکواس کی

لہ ریورنڈ جی ۔ اے لیفرائے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔
" ان کے حملوں کا طریق اتنا سخت اور غیر مصالح نہ تھا کہ ہندوستانیوں کے دلوں میں ربانی صفحہ ۴۲

کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ مسلمانوں میں سے عماد الدین اور صفدر علی وغیرہ کو مولوی اور ڈپٹی کا خطاب دے کر مصنف بنا دیا گیا۔ تاکہ وہ اسلام کے خلاف گند اچھالیں۔ اور ہندوؤں میں سے رامچندر اٹھاکر داس وغیرہ کو جو عیسائی ہو چکے تھے کمینے حملے کرنے کی کھلی اجازت دے دی گئی۔

جو لوگ عیسائی ہو جاتے تھے اُن کو اچھی اچھی ملازمتیں مل جاتی تھیں۔ عبداللہ آتھم اور صفدر علی ڈپٹی بن گئے۔ عماد الدین کو بھی ڈپٹی بنایا گیا تھا لیکن اس نے مبلغ بننا بہتر سمجھا۔ لدھیانہ میں دو مشن سکول ہو گئے۔ نور افشاں اخبار ۱۸۷۳ء میں وہاں سے شائع کیا گیا۔ اور ایک بڑا زنانہ ہسپتال ۱۸۹۳ء میں وہیں کھولا گیا۔ اس طرح سارے پنجاب میں پادریوں کا ایک جال پھیلا دیا گیا عیسائی منادہر شہر میں دلیری کے ساتھ سر بازار عیسائیت کی منادی کیا کرتے تھے اور ہسپتالوں میں باقاعدہ ایک مبلغ کام میں لگا رہتا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر

بقیہ حاشیہ :۔ یہ احساس شدت سے پیدا ہو گیا کہ ہم یہاں آئے ہی ان کے قدیم عقائد پر حملہ کرنے کی غرض سے ہیں۔

ؔ۱ علاوہ ازیں آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند (۱۸۲۴ - ۱۸۸۳) نے ۱۸۶۳ء سے لیکر بیس سال تک سارے ملک میں چکر لگایا اور جگہ جگہ آریہ سماج قائم کئے۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز میں لکھا ہے "یہ تاریخ ہے ان تبلیغی دوروں کی جو انہوں نے ہندوستان بھر میں کئے جنوب میں بمبئی سے پونا تک شمال میں کلکتہ سے لاہور تک۔ اور یہ تاریخ ہے پبلک مناظروں کی جو انہوں نے پنڈتوں، مولویوں اور پادریوں سے کئے انہوں نے پنجاب کا ایک دورہ ۱۸۷۷ء میں کیا اور پانچ سال کے عرصہ میں لاہور امرتسر، جہلم، ملتان، راولپنڈی، گورداسپور، فیروزپور، گجرات، پشاور، دہلی، لدھیانہ، انبالہ سب جگہ آریہ سماج

باقی صفحہ ۴۴ پر

گھروں میں جاکر علاج کے ذریعہ عیسائیت کا اثر لوگوں کے گھروں میں پہنچاتی تھی [1]
سکولوں اور کالجوں میں بائبل پڑھائی جاتی تھی ۔

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور نے ۱۸۷۰ء میں صرف چار سو اڑتالیس
روپے کی کتب فروخت کیں ۔ لیکن ۱۸۸۳ء میں انیس ہزار تین سو پندرہ روپے کی
اور ۱۸۹۸ء میں ستائیس ہزار ایک روپے فروخت کتب سے وصول ہوئے
اور ۱۸۷۶ء میں جو کتب اور ٹریکٹ شائع کیے ان کی تعداد چودہ ہزار چھہتر تھی
لیکن ۱۸۸۳ء میں یہ تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار اکیاسی ہو گئی ۔ اور ۱۸۹۵ء میں
تین لاکھ پینتیس ہزار چھ سو اکیاسی ۔ اسی طرح پنجاب بائبل سوسائٹی نے ۱۸۷۰ء
میں تین سو بیالیس روپے کی بکری کی ۔ اور ۱۸۸۳ء میں ان کی وصولی دو ہزار
آٹھ سو آٹھ روپے ہوئی ۔ اور ۱۸۹۸ء سات ہزار نو سو چالیس روپے [2]

بقیہ حاشیہ (۴۲) : ۔ قائم ہو گئی ۔ پنڈت دیانند کی بدزبانی کا نمونہ ستیارتھ پرکاش
کے چودھویں باب میں موجود ہے ۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتہ (۱۸۳۰ء) اور مولوی احمد حسن
صاحب (مباحثہ جالندھر ۱۸۷۶ء) وغیرہ نے اس کا کچھ مقابلہ کیا مگر اس نے اپنے لیکچروں اخباروں
وغیرہ سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی بہت کوشش کی ۔ منشی اندرمن مراد آبادی بہت گندہ ذہن
ہندو تھا ۔ اس کی کتابیں تحفۃ الاسلام ($\frac{۱۲۷۴}{۸۰۲۰}$) پاداش اسلام (۱۸۶۶ء) اصول دین احمد
(۱۸۶۹ء) حملہ ہند ۔ صمصام الہند ۔ صولت الہند (۱۸۶۸ء) مسلمانوں کے لئے نہایت
ہی دلآزار تھیں

[1] History of Protestant Missions.
by M. A. Sherring London 1875 p220
[2] The Missions Page 19, 20 by
R. Clark London 1904

رہا دین باقی نہ اسلام باقی

غرض باطل کی فوج ہر فن اور ہر فریب سے لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتی تھی۔ جبر نہ تھا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صلیب اور مادیت کا ایک بے پناہ سیلاب ہر طرف سے امڈا چلا آتا ہے اور اس کی روک تھام بنی نوع انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ شیخ الطاف حسین صاحب حالی (م ۱۹۱۴ - ۱۸۳۷) نے ۱۸۸۹ء میں اپنی مشہور مسدس لکھی جس میں اس زمانے کے مسلمانوں کی بدقسمتی اور بد اعمالی کا نقشہ اس طرح کھینچا۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی اک اسلام کا رہ گیا نام باقی
چمن میں ہوا آ چکی ہے خزاں کی پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

چونکہ انسانی تدابیر سب بے کار تھیں اور زمینی کوششوں سے کچھ نہ ہو سکتا تھا اس لئے پھر حالی نے قوم کی حالت کا نمائندہ بن کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور اس طرح التجا کی :۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکماء کی وہ عرضۂ تیغ جہلاء سفہاء ہے
جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے
بڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

ان حالات میں ایک سینہ تھا جو اسلام کے لئے بریاں ہوا۔ ایک دل تھا جو مسلمانوں کے لئے بیقرار ہوا۔ ایک جان تھی جو پگھل گئی۔ ایک روح تھی جو تڑپ اٹھی۔ اور اس کی پکار آستانہ الوہیت تک جا پہنچی :۔

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت | کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں
اے خدا زود آو بر ما آب نصرت ہا ببار | یا مرا بردار یارب زیں مقام آتشیں[1]

اس روح میں کچھ ایسا سوز و گداز تھا۔ مخلوق خدا کی اتنی سچی ہمدردی تھی اور محبت آلہی میں وہ اتنی محو ہو چکی تھی کہ گوشہ گمنامی سے خدا نے اس کو نصرت دین حق کے لئے چن لیا۔ اور اس نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے یہ اعلان فرمایا :۔

"اے مسلمانو! سنو! اور غور سے سنو! کہ اسلام کی تاثیروں کو روکنے کے لئے جسقدر پیچیدہ افتراء اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جس کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے۔ اسی راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کاروائیاں ہیں کہ جب تک اُن کے سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہے اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے۔ تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل کرنا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا۔ کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکات خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے

---

[1] فتح اسلام

باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا۔ اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ آئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحر فرنگ نے تیار کیا ہے" [1]

پھر فرمایا :۔

"اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے خداوند تعالےٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بناڈالی۔ بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہوگئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ خدا تعالےٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا۔ قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے۔ مگر اس کے با شفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا۔ سو شکر کرو اور خوشی سے اُچھلو۔ جو آج تمہاری تازگی کا دن آگیا" [2]

آپ نے انگریزوں کو دجّال قرار دیا۔ جیسا کہ فرمایا :۔

"اور جسقدر اسلام کو ان لوگوں کے ہاتھ سے ضرر پہنچا ہے اور جسقدر انہوں نے سچائی اور انصاف کا خون کیا ہے ان تمام خرابیوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ ہجرت مقدسہ کی تیرھویں صدی سے پہلے ان تمام فتنوں کا نام و نشان نہ تھا۔ اور جب تیرھویں صدی کچھ نصف سے زیادہ گذر گئی۔ تو یکدفعہ اس دجال گروہ کا خروج ہوا۔ اور پھر ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس صدی کے اواخر میں بقول پادری ہیکر صاحب پانچ لاکھ تک صرف ہندوستان میں ہی

---

[1] فتح اسلام صفحہ ۱۶ [2] ازالہ اوہام صفحہ ۴

کرسٹان شدہ لوگوں کی تعداد پہنچ گئی۔ اور اندازہ کیا گیا کہ قریباً بارہ سال میں ایک لاکھ آدمی عیسائی مذہب میں داخل ہوجاتا ہے۔ جو ایک عاجز بندہ کو خدا خدا کرکے پکارتا ہے۔ اس بات سے کوئی دانا بے خبر نہیں کہ ایک جماعت کثیر الاسلام کی یا یوں کہو کہ اسلام کے بھوکوں اور ننگوں کا ایک گروہ پادری صاحبوں نے صرف روٹیاں اور کپڑے دکھلا کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور جو روٹیوں کے ذریعہ سے قابو نہ آئے۔ وہ عورتوں کے ذریعہ سے اپنے پنجہ میں کئے گئے اور جو اس پر بھی دام میں نہ پھنس سکے۔ اُن کے لئے ملحد اور بے دین کرنے والا فلسفہ پھیلا دیا گیا جس میں آج لاکھوں نوخیز بچے مسلمانوں کے گرفتار اور مبتلا پائے جاتے ہیں جو نماز پر ہنستے اور روزہ کو ٹھٹھے سے یاد کرتے ہیں اور وحی الٰہی کو ایک خواب پریشان خیال کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اس لائق بھی نہیں تھے کہ انگریزی فلسفہ کی تعلیم پاویں۔ اُن کے لئے بہت سے بناوٹی تمغے جو محض پادری صاحبوں کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ جن میں کسی تاریخ یا کہانی کے پیرایہ میں ہجو اسلام درج تھی عام طور پر شائع کردئے گئے۔ اور پھر اسلام کے ردّ میں اور ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں بے شمار کتابیں تالیف کرکے ان لوگوں نے ایک دنیا میں مفت تقسیم کیں۔ اور اکثر کتابوں کے بہت سی زبانوں میں ترجمے شائع کئے۔ رسالہ فتح اسلام کے ۴۸ صفحہ کے حاشیہ کو پڑھ کر دیکھو کہ ۸۲ سال میں ان لوگوں نے اپنے پُر تلبیس خیالات پھیلانے کے لئے سات کروڑ سے کچھ زیادہ کتابیں مفت تقسیم کی ہیں۔ تا کسی طرح اسلام سے لوگ دست بردار ہوجائیں۔ اور حضرت مسیحؑ کو خدا مان لیا جائے۔ اللّٰہ اکبر اگر اب بھی ہماری قوم کی نظر میں یہ لوگ اوّل درجہ کے دجّال نہیں۔ اور اُن کے الزام کے لئے ایک سچے مسیح کی ضرورت نہیں تو پھر اس قوم کا

کیا حال ہوگا۔

. . . .

"بہت جگہ ان لوگوں نے ڈاکٹری عہدے بھی حاصل کئے تا اگر اور نہیں تو مصیبت زدہ بیمار ہی قابو آویں۔ بہت سا غلہ اس غرض سے خریدا جاتا ہے کہ اگر قحط پڑے تو قحط زدہ لوگوں کو مفت دیا جائے اور کچھ وعظ بھی سنا دیا جائے اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ اتوار کے دن پادری صاحبان کا خیرات نامہ نکلتا ہے اور بہت سے مسکین اکٹھے ہو جاتے ہیں اور مناسب وقت کچھ کچھ وعظ کے طور پر ان کو سنا کر پھر ان کو پیسے ٹکے دئے جاتے ہیں بہت سی ایسی میموں نے جو پادری کا منصب رکھتی ہیں دونوں وقت لوگوں کے گھروں میں پھرنا اختیار کر رکھا ہے۔ اور اشرافوں کی لڑکیوں کو سینا پرونا اور کئی قسم سوئی کا کام سکھاتی ہیں اور رہزنی کے لئے آلۂ نقب بھی بغل میں ہوتا ہے۔ موقعہ پر وہ حربہ بھی چلا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ کئی جوان لڑکیاں اچھے اچھے خاندانوں کی سیدا ور مغل اور شیخ اور نوابوں اور شہزادوں کی اولاد کیسلا کر پھر مس صاحبوں کی کوشش سے عیسائی جماعت میں داخل ہیں۔ اور جن مستورہ اور شریف عورتوں نے کبھی مدت العمر غیر آدمی کی شکل بھی نہ دیکھی تھی۔ اب وہ عیسائی ہو کر نامحرموں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پھرتی ہیں۔ پاک محبت کے خیال سے نامحرم اگر بوسہ بھی لے لیں تو کچھ برا نہیں سمجھا جاتا۔ اور یا تو انہوں نے کبھی شراب کا نام بھی نہیں سنا تھا اور یا اس خبیث عرق کی دن رات خوب مشق ہو رہی ہے اور برانڈی۔ شری۔ وسکی۔ رم۔ پوٹ وائن وغیرہ شرابوں کے نام نوک بر زبان ہورہے ہیں۔ اسی طرح ہزار ہا لاوارث بچے مسلمانوں کے ان لوگوں کے قبضہ میں آکر اور ان تعلیمات کی تعلیم پاکر اب پکے دشمن اسلام نظر آتے ہیں۔

کیا کوئی فتنہ اندازی کا کام خیال میں آسکتا ہے جو ان لوگوں نے نہیں کیا کیا دین اسلام کی مٹانیوالی تدبیریں کوئی ایسی بھی باقی رہ گئی ہیں جو ان کے ہاتھ سے ظہور میں نہیں آئیں،، لہ

بانی سلسلہ احمدیہ نے انگریز کو دجال قرار دیا

پھر "خر دجال" سے متعلق حضور نبی اکرمؐ کی پیشگوئی کی تشریح میں فرماتے ہیں:-
"اس جگہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے طور پر ریل گاڑی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ عیسائی قوم کی ایجاد ہے جن کا امام اور مقتدا یہی دجالی گروہ ہے۔ اس لئے ان گاڑیوں کو دجال کا گدھا قرار دیا گیا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ علامات خاصہ دجال کی انہی لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ انہی لوگوں نے مکروں اور فریبوں کا اپنے دجو دپر خاتمہ کر دیا ہے اور دین اسلام کو وہ ضرر پہنچایا ہے جس کی نظیر دنیا کے ابتدا سے نہیں پائی جاتی۔ اور انہی لوگوں کے متبعین کے پاس وہ گدھا بھی ہے جو دخان کے زور سے چلتا ہے جیسے بادل ہوا کے زور سے اور انہی لوگوں کے متبعین زمین کو آباد کرتے جاتے ہیں۔ اور جب ملک ویران پر قبضہ کرتے ہیں اس کو کہتے ہیں کہ تو اپنے خزانے باہر نکال۔ تب ہزارہا وجوہ تحصیل مال کی اس تک سے نکال لیتے ہیں۔ زمین کو آباد کر دیتے ہیں۔ امن کو قائم کر دیتے ہیں لیکن وہ تمام خزائن انہی کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اور انہی کے ملک کی طرف وہ تمام روپیہ کھنچا ہوا چلا جاتا ہے۔ مثلاً ملک ہند کے خزانے یورپ کی طرف

لہ ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۴۹۱ - ۴۹۹

حرکت کر رہے ہیں۔ اس بات کو کون نہیں جانتا۔ یورپ کے لوگ آپ ہی ان خزائن کو نکالتے اور پھر اپنے ملک کی طرف روانہ کرتے ہیں،، [۱]

یہاں صاف طور پر انگریزوں کو دجال[۲] قرار دیا گیا ہے۔ ریل کی ایجاد انگریزوں کی ہے بسنہ ۱۸۲۵ء میں سب سے پہلی ریلوے لائن برطانیہ میں تعمیر ہوئی۔ اور ان تمام صفات کو جن کے ذریعہ دوسروں کے ملک سے اور دوسروں کی محنت سے ناجائز حد تک حصول منفعت کیا جاتا ہے۔ انگریزوں میں ثابت کیا ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ پادری جو دراصل دجالی گروہ ہے اس قوم کا امام اور مقتدا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ دجال کے متبعین یقیناً دجال ہی سمجھے جائیں گے خصوصاً اس لئے کہ برطانیہ کی حکومت کا مذہب عیسائیت ہے اور ان کے بادشاہ کا خطاب حامئ دین عیسائیت ہونا مسلمہ امر ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

”میں صلیب کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں“ [۳]

”رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا تھا فیکسر الصلیب یعنی صلیب کو پاش پاش کر دیگا۔ صلیب کے معنی دین نصرانیت ہیں،، [۴]

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیت کو پاش پاش کر دیا۔ قرآن کریم سے ثابت کیا کہ مسیح ناصری اپنی طبعی موت فوت ہو چکا ہے اس جسم کیساتھ زندہ آسمان پر نہیں بیٹھا۔ مسلمانوں سے کہا :-

---

[۱] ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اول صفحہ ۷۳۰ - ۷۳۱ -

[۲] انگریزوں اور روسیوں کو یاجوج ماجوج بھی قرار دیا ہے۔ دیکھو آئینہ کمالات اسلام مطبوعہ ریاض ہند قادیان صفحہ ۴۰۶ ۱۸۹۳ء

[۳] فتح اسلام ص۹ ۔ [۴] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری جزء سادس ص ۲۵۶ بولاق ۱۳۰۱ھ)

"اے حضرات مولوی صاحبان! جبکہ عام طور پر قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے اور ابتداء سے آج تک بعض اقوال صحابہ اور مفسرین بھی اُسکو مارتے ہی چلے آئے ہیں۔ تو اب آپ لوگ ناحق کی ضد کیوں کیا کرتے ہو۔ کہیں **عیسائیوں کے خدا** کو مرنے بھی دو۔ کب تک اس کو حیٌ لا یموت کہتے جاؤ گے۔ کچھ انتہاء بھی ہے۔" ؎۱

اسی طرح انجیل سے بھی ثابت کر دکھایا کہ یسوع مسیح صلیب پر مرا نہیں بلکہ بے ہوشی کے عالم میں اتارا گیا اور پھر وہاں سے بچ کر اس نے اس ملک کو چھوڑ دیا۔ تاریخ اور واقعات سے ثابت کیا کہ وہ سرینگر کشمیر میں دفن ہے جب وہ صلیب پر مرا نہیں تو کفارہ غلط۔ اور کفارہ غلط ہوا تو الوہیت باقی نہ رہی بلکہ آپ نے یہاں تک لکھا:۔

"عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا۔ یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ خدا نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور ایسے پاکوں کو جو ہزار درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔" ؎۲

کیا ایسی تحریر سے پادری جو یسوع کو سچ مچ خدا سمجھتے ہیں خوش ہو سکتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو تبلیغ عیسائیت کو اپنا مقدس فرض سمجھتے ہیں ایسے شخص کو اچھی نظر سے دیکھ سکتے ہیں جو یسوع کی اسی زمین پر وفات ثابت کرے؟ کیا

؎۱ ازالہ اوہام طبع اول م۴۶۹ ؎۲ نور القرآن ۲ صفحہ ۲ ٹائٹل

وہ حکومت جو عیسائیت کی ترقی کو اپنی تقویت کا ذریعہ یقین کرتی ہے ایسے شخص کو کبھی اپنا سچا وفادار تسلیم کر سکتی ہے؟ کون بے وقوف ہو گا جو ایسی تحریر دلائے خوشامد کا پہلو نکالے؟

ملک کے چوٹی کے لیڈر انگریز کی خوشامد کرتے تھے

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی تعلیم کے مطابق حکومت وقت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور مروجہ زبان میں اس کا پورا پورا احترام اور ادب کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی فرعون کے ماتحت تھے اور اس کے قانون کی پیروی پابندی کرتے تھے۔ انگریز کے چلے جانے کے بعد تو ہر گاؤدی پھبتیاں اڑا سکتا ہے لیکن اس کی موجودگی میں جنگ آزادی کے علمبرداروں اور ملک کے چوٹی کے لیڈروں کا یہ حال تھا کہ وہ ہمیشہ کانگریس[۱] کے پلیٹ فارم سے پہلا ریزولیوشن انگریز کی وفاداری کا پاس کیا کرتے تھے۔ ۱۹۱۴ء تک اُن کی خوشامد اور چاپلوسی کا یہ حال تھا کہ لارڈ پینٹ لینڈ گورنر مدراس کانگریس کے پنڈال میں اجلاس کے وقت آیا تو تمام مجمع یکدم تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور گورنر صاحب کی تعریف و توصیف کی گئی بمشرا ے پی پیرو تقریر کر رہے تھے انہیں فوراً روک کر سر سیندرا ناتھ بنیرجی سے کہا گیا کہ صاحب بہادر کی موجودگی میں وفاداری کا ریزولیوشن پیش کریں۔ جو حسب دستور بڑی لفاظی سے

---

[۱] مسٹر سیتہ پال کی کتاب Sixty years of Congress Lahore 1946 P. 111

اور جو سش ونیرونس سے پیش کر کے پاس کیا گیا [1]

علماء اسلام انگریزوں کی تعریف کرتے رہے

ندوہ مسلمانوں کی چوٹی کی مذہبی درسگاہ مشہور ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل مستند پالیسی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ لکھا ہے:-

"ندوہ اگرچہ پالٹیکس سے بالکل الگ ہے لیکن چونکہ اس کا اصلی مقصد روشن خیال علماء کا پیدا کرنا ہے۔ اور اس قسم کے علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے۔ کہ گورنمنٹ کی برکاتِ حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں ...... (الندوہ جلد ۵ جولائی ۱۹۰۸ء صا)

"۳۰ اگست ۱۹۰۸ء کو ندوۃ العلماء کی طرف سے جلسہ شکریہ گورنمنٹ جس شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا اور جس کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اس کے حالات انگریزی اور اردو اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں" (الندوہ لکھنو ستمبر ۱۹۰۸ء صا)

پھر نومبر ۱۹۰۸ء کے پرچے میں پہلے صفحہ پر لکھا ہے:-

"حکومت انگریزی کی پنجاہ سالہ جوبلی کی خوشی میں دارالعلوم ندوہ میں ایک دن کی تعطیل دی گئی۔ اور جناب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں ندوہ کیطرف سے مبارکباد کا تار بھیجا گیا،، اس کے بعد ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد

---

[1] History of the Indian National Congress by Mr. B.P. Sitaramaya 1935

ہز آنر لفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ سر جان سکاٹ ہیوٹ کے۔ سی۔ ایس
آئی۔ ای نے رکھا۔ اور علماء نے بیان کیا مسجد نبوی کا منبر بھی ایک نصرانی نے
بنایا تھا۔ بہر حال یہ مشہور مذہبی درسگاہ ایک انگریز کی مرہون منت ہے۔ اور
اُس کی آمد پر ارکان انتظامیہ ندوہ استقبال کے لئے "لب فرش دو رویہ صف
باندھ کر کھڑے ہوئے" اور عربی ایڈریس میں اُسے خوش آمدید کہا گیا اور تمام
مسلمانوں کی طرف سے اُس کا شکریہ ادا کیا گیا۔ ایڈریس میں لکھا ہے :-
"مذہبی رواداری حکومت انگریزی کا خاصہ ہے" (الندوہ دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ)
اس میں یہ بھی لکھا ہے " اور ہم اس یقین پر قائم ہیں جیسا کہ ان کی حکومت سے
وفاداری مسلّم ہے۔ ان پیدا ہونے والے علماء کے ذریعے سے وہ حکومت
کی اطاعت اور فرمانبرداری میں زیادہ ہو جائیں گے۔ اور اس وقت ہم نہایت
خلوص سے شکریہ ادا کرتے ہیں . . . . (الندوہ دسمبر ۱۹۰۸ء صٓ)
پنجاب کے مشہور شیعہ مجتہد علی الحائری انگریز کی تعریف میں فرماتے
ہیں :-
" میں بہت ہی ناشکر گذار رہوں گا۔ اگر اس کا ذکر نہ کروں کہ ہم کو ایسی
سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا **فخر** حاصل ہے جس کی حکومت میں انصاف پسندی
اور مذہبی آزادی قانون قرار پاچکی ہے جس کی نظیر اور مثال دنیا کی اور سلطنت
میں نہیں مل سکتی۔
غور کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کیونکر بے خوف و خطر
پوری آزادی کے ساتھ آج سر میدان تقریریں اور وعظ کر رہے ہو۔ اور کس
طرح ہر قسم کے سامان اس مبارک اور مسعود عہد میں ہمیں میسر آئے ہیں جو
پہلے کبھی کسی حکومت میں موجود نہ ہوتے تھے۔

اس ہندوستان کی تاریخ پر غائر نظر ڈالو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ گذشتہ غیرمسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہیں کہہ سکتے تھے۔ اور کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ حلال چیزوں کے کھانے سے روکا جاتا تھا۔ کوئی باقاعدہ تحقیقات ہوتی ہی نہ تھی۔ پس یہ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ برطانیہ عظمیٰ ان تمام عیوب اور خودغرضیوں سے پاک ہے۔ جسکو اختلاف مذہب سے کوئی بھی اعتراض نہیں ہے۔ اور جس کا قانون ہے کہ سب مذاہب آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض ادا کریں۔ اس لئے بنا بریں تمام شیعوں کی طرف سے برٹش سلطنت کا صمیم قلب سے میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس ایثار کا باوجود اہل اسلام کی تربیت میں بے دریغ مرعی رکھتی ہے خاص کر ہمارا فرقہ شیعہ جو تمام اسلامی سلطنتوں میں تیرہ سو برس تک ناقابل برداشت مظالم کے بعد آج اس انصاف پسند عادل سلطنت کے زیرحکومت اپنے تمام مذہبی فرائض اور مراسم تولا و تبرا کو بپابندی قانون اپنے اپنے محل وقوع میں ادا کرتے ہیں۔ اور خلاف قانون کوئی غیر رکاوٹ کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہر شیعہ کو اس احسان کے عوض میں (جو آزادی مذہب کی صورت میں انہیں حاصل ہے) صمیم قلب سے برٹش گورنمنٹ کا احسان مند اور شکرگذار رہنا چاہئیے۔ اور اس کے لئے شرع بھی اس کو مانع ہے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے نوشیروان عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح اور فخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔“ [1]

---

[1] موعظ تحریف قرآن۔ بابت ماہ اپریل ۱۹۲۳ء صفحہ ۶۷-۶۸ شائع کردہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی۔ لاہور

یہی باتیں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تو بڑے بڑے معقول کہلانے والے لوگ اس کو خوشامد اور چاپلوسی قرار دیتے ہیں اور جب کوئی اور کہے تو سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ العجب!

بانی سلسلہ احمدیہ اور جہاد

یہ صحیح ہے کہ حضور نے "سکھاشاہی" کے مظالم لمبے عرصہ تک دیکھنے کے بعد انگریز کے قیام اُن کی تعریف کی اور حقیقۃً خدا کا شکر ادا کیا کہ مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوئی۔ دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیم کے مطابق ایسی حکومت کے خلاف جہاد بالسیف کو حرام قرار دیا جو مذہبی آزادی دیتی تھی حضرت سید احمد بریلوی نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:۔

"ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرادیں۔"[1]

مولانا مودودی صاحب کا عقیدہ بھی ایسا ہی ہے وہ فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان اس وقت بلاشبہ دار الحرب تھا جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس وقت مسلمانوں کا فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے۔ لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے۔ انگریزی

---

[1] سوانح احمدی اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص۷۱

حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا۔ تو اب یہ ملک دارالحرب نہیں رہا۔ اس لئے کہ یہاں اسلامی قوانین منسوخ نہیں کئے گئے ہیں۔ نہ مسلمانوں کو سب احکام شریعت کے اتباع سے روکا جاتا ہے نہ اُن کو اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی میں شریعت اسلامی کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایسے ملک کو دارالحرب ٹھہرانا اور اُن رخصتوں کو نافذ کرنا جو محض دارالحرب کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہیں، اصول قانون اسلامی کے قطعاً خلاف ہے۔ اور نہایت خطرناک بھی'' [1]

یہی وہ بات ہے جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمائی لیکن ان کے متعلق یہ شور مچایا جا رہا ہے کہ انہوں نے جہاد کو منسوخ کر دیا اور لکھا کہ ''جیسے جیسے میرے مُرید بڑھیں گے، ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے چلے جائیں گے وغیرہ۔ حالانکہ جس مسئلہ جہاد کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں وہ غلط عقیدہ ہے جو آج کل مسلمانوں میں پھیل گیا ہے ورنہ جہاد کا مسئلہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اور کوئی احمدی نہ اس کا منکر ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ بانی سلسلہ احمدیہ اس کے منکر تھے۔ وہ تو فرماتے ہیں :-

''ولستُ اخاف من موتی وقتلی ۔۔۔ اذا ما کان موتی فی الجہادِ''

یعنی میں اپنی موت اور قتل سے نہیں ڈرتا جب کہ میری موت جہاد میں ہو (تحفۂ بغداد)

علاوہ ازیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جو کچھ کیا وہ اپنے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں کیا آپ فرماتے ہیں :-

---

[1] ''سود'' حصہ اول صفحہ ۷۸۔۷۷

"آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اُس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں خدا تعالےٰ کی حکومت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اُسی راہ کو پھر اختیار کیا جائے" [1]

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کوئی حکم اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور حضور کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں۔ پس جہاد اگر ملتوی ہوا یا منسوخ ہوا تو بانیٔ اسلامؐ کے حکم سے ہوا نہ کسی اور کے حکم سے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد کی شرائط اُس زمانہ میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس لئے بانی سلسلۂ احمدیہ نے جہاد کرنے سے روک دیا۔ لیکن اس لئے نہیں روکا کہ ایسا کرنے میں انگریز کا فائدہ تھا۔

کیا انگریزوں نے بانیٔ سلسلہ کے ساتھ کوئی خاص رعایت کی

ہاں یہ سوال ضرور قابل غور ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو انگریز کی وفاداری کا کیا صلہ ملا۔ اور اُس کے دل پر ان خدمات کا کیا اثر پڑا؟ کیا حکومت نے ۔

[1] خطبہ الہامیہ صفحہ ذ۔ ر۔ ۲۸ رمئی ۱۹۰۰ء

سید احمد خاں آف علی گڑھ کی طرح حضور کو کوئی "سر" کا خطاب دے دیا۔ یا شبلی نعمانی محمد حسین آزاد۔ مولوی نذیر احمد۔ مولوی محمد ذکاء اللہ صاحبان کی طرح "شمس العلماء" بنا دیا۔ یا ٹوانوں کی طرح حضور کو خان بہادر بنا کر جاگیریں عطا کر دیں؟ میرا مطلب شکوہ کرنا نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے وہ عزت[له] عطا فرمائی ہے جس کے مقابلہ میں کوئی زمینی حکومت یا اس کا کوئی انعام و اعزاز ذرہ بھر بھی قدر و منزلت نہیں رکھ سکتا۔ میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وہ صرف اظہار واقعہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے اور عام مسلمانوں نے انگریز کی وفاداری کی۔ اس کی فوج میں داخل ہو کر لڑائیاں لڑیں اور انعام اور خطابات قبول کئے۔ لیکن برطانوی حکومت نے عام مذہبی آزادی اور قیام امن کے سوا حضور کے خاندان کے ساتھ کسی قسم کی مخصوص رعایت یا احسان کا کبھی کوئی سلوک نہیں کیا۔ بلکہ اگر تاریخی پہلو پر غور کیا جائے تو معاملہ اس کے برعکس نظر آئے گا۔ حضور کے آباؤ اجداد کی ریاست پچاسی ۸۵ گاؤں پر مشتمل تھی۔ سکھوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ ۱۸۰۲ء میں رام گڑھیہ مسل کے سردار جسا سنگھ نے

له جہاں حضور اپنی شان کا ذکر فرماتے ہیں۔ وہاں فرماتے ہیں کہ حضور کا وجود انگریزی حکومت کیلئے بطور حرز کے ہے۔ نور الحق حصہ اول صفحہ ۳۴ پر حضور فرماتے ہیں "میں اس گورنمنٹ کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچا دے اور خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچائے اور تو ان میں ہو" تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضور کی وفات تک یعنی ۱۹۰۸ء تک انگریزوں کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اور پوری اقبال مندی سے حکومت کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ ہندوستان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور اب دنیا میں ایک تھرڈ کلاس حکومت کا درجہ رکھتے ہیں۔

قتل و غارت کے بعد آپ کے خاندان کو قادیان سے نکال دیا۔ آخر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فوجی خدمات کے صلہ میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو ۱۸۰۸ء کے قریب قادیان واپس آنے کی اجازت دی اور پانچ گاؤں بھی واپس کر دئے۔
لیکن جیسا کہ پنجاب چیفس میں لکھا ہے: "پنجاب کے الحاق کے وقت اس خاندان کی تمام جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اور ان کے بھائیوں کے لئے ۷۰۰ روپیہ کی ایک پنشن مقرر کر دی گئی۔ اور قادیان اور اس کے ملحقہ دیہات میں اُن کے مالکانہ حقوق باقی رہ گئے۔"

ضبط شدہ جاگیروں کی واگذاری کے متعلق ایک عرصہ تک حضور کے خاندان اور انگریز حکومت میں خط و کتابت جاری رہی۔ حکومت یہی وعدہ کرتی رہی کہ موقع ملنے پر جاگیر واپس کر دی جائے گی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ سو سال تک حکومت کرنے کے بعد انگریز ملک سے چلے بھی گئے لیکن آج تک وہ متوقع ہاتھ نہ آیا۔ کیا اس سلوک کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انگریزوں نے اس خاندان پر واقعی کوئی احسان کیا ہے؟ باوجود اس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حکومت سے وفاداری کی۔ اور لفٹیننٹ گورنر سر ولیم میک ورتھ ینگ کو جو شدید اور متعصب عیسائی تھا ۱۸۹۸ء میں دشمنوں کی جھوٹی رپورٹوں کو رد کرنے کے لئے اور صداقت کو آشکار کرنے کے لئے لکھا:-

خود کاشتہ پودہ کی حقیقت

"مجھے متواتر اس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد اور بد اندیش لوگ جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے

دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ[له] امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں ۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ ان کی ہر روز کی مفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ تمام جانفشانیاں . . . . . ضائع اور برباد نہ جائیں . . . . . صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت ہمیشہ گورنمنٹ کے معزز حکام نے مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم

له ایک معاند مولوی محمد حسین بٹالوی تھا جس نے لکھا تھا :-

" اس کا دھوکا ہونے پر یہ دلیل ہے کہ دل سے وہ گورنمنٹ غیر مذہب کی جان مارنے اور اس کا مال لوٹنے کو حلال و مباح جانتا ہے .. لہذا گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں ۔ اور اس پر پُر حذر رہنا ضروری ہے ۔ ورنہ اس مہدی کادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے ۔ جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا ۔ ہماری اس تقریر سابق جو اس نے ہمارے ریویو براہین احمدیہ سے نقل کی ہے ۔ اب وہ محل نہیں رہا ۔ وہ اس وقت تک اس کا محل تھا ۔ جب تک مہدی نہ بنا تھا"۔

(رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۶ ع ٦ حاشیہ ص ۱۶۸ بابت سنہ ۱۳۱۰ھ مطابق سنہ ۱۸۹۳ء) پھر اس نے لکھا ہے :-

" اور آپ کی طرف سے گورنمنٹ کیونکر مطمئن ہو سکتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ میں تب سے ہی گورنمنٹ کو جتا رہا ہوں کہ یہ شخص محل خوف ہے ۔ اس سے گورنمنٹ کو مطمئن نہ رہنا چاہیے ۔ اور اب یہ میرے اس ریویو کا محل نہیں رہا ۔ اب یہ کچھ کا کچھ بن گیا ہے ۔ اب یہ وہ مرزا غلام احمد نہیں رہا جس کی طرف سے میں نے گورنمنٹ کو ریویو میں مطمئن کیا تھا

باقی بر صفحہ ٦٢

سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گذار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت (یعنی خاندان کے اس مستند القصور کی نسبت جس کی تشکیل سرکار انگریزی کے اپنے ہاتھوں ہو چکی ہے۔ درد) نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے"۔

ان الفاظ میں جماعت احمدیہ کا ذکر نہیں۔ نہ بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق یہا ں کوئی

بقیہ حاشیہ صلا ۶۱۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک میموریل لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر ولیم میک ورتھ ینگ کو بھیجا جس میں لکھا:۔

"دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لئے قطعی طور پر حرام اور ممتنع سمجھنا"

مگر اس کے متعلق ڈاکٹر گرسولڈ نے جو فارمن کرسچن کالج میں پروفیسر تھا) لکھا۔

یہ اسی طرح کی تحریر ہے "جو پوپ گریگری XIII نے ۱۸۵۰ء میں لکھی تھی۔ پوپ کے اس حکم سے انگلستان کے کیتھولک آزاد ہو گئے۔ اور ان کا یہ فرض نہ رہا کہ ملکہ الزبتھ کا مقابلہ کریں۔ جو پوپ V پائس کے حکم سے ان پر واجب کیا گیا تھا۔ ان کو اجازت دیدی گئی کہ وہ ملکہ الزبتھ کی اس وقت تک اطاعت کریں جب تک کہ وہ اتنے طاقتور ہو جائیں کہ کھلم کھلا بغاوت کر سکیں" یعنی جب طاقت حاصل ہو جائیگی تو اس حکومت کے ساتھ جہاد بالسیف کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے

اسی طرح ایک شخص منشی محمد عبداللہ نے اپنی کتاب شہادت قرآنی مطبوعہ ۱۹۰۵ء اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کے صفحہ ۲۰ پر لکھا کہ بانی جماعت احمدیہ "ایسے ہی دیگر آیات قرآنیہ اپنے چیلوں کو سنا سنا کر گورنمنٹ سے جنگ کرنے کے لئے مستعد کرنا چاہتا ہے"۔

اشارہ ہے۔ ہاں خود کاشتہ پودا سے مراد وہ خاندان ہو سکتا ہے جس کے رئیس حضور کے والد ماجد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اور اُن کے بعد حضور کے بھائی مرزا غلام قادر صاحب تھے۔ ان کی خدمات کا اعتراف حکومت کے ذمہ دار افسران مسٹر ولسن مسٹر رابرٹ کسٹ کمشنر لاہور اور سر رابرٹ ایجرٹن فنانشل کمشنر پنجاب نے اپنے خطوط (مورخہ ۱۱۔ جون ۱۸۴۹ء۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء اور ۲۹ جون ۱۸۷۶ء) میں کیا ہے۔ یہ خدمات حضور کے دعویٰ سے پہلے سرانجام دی جا چکی تھیں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ خدمات تو خاندان نے کیں مگر حضور فرماتے ہیں کہ حضور کا خاندان حکومت کا خود کاشتہ پودا ہے۔ حکومت نے جو سلوک اس خاندان سے کیا۔ اُس کے پیش نظر یہ ایک نرالے رنگ کی احسانمندی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب قحط اور تنگی کی وجہ سے اُن کے پاس آگئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کو عزت اور آرام پہنچایا تو وہ فرماتے ہیں (قد احسن بی) کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے اگر کسی دنیا دار کی جاگیر باوجود خدمات کے اس طرح منبط ہو جاتی تو وہ شکوہ اور شکایت سے چلا اٹھتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام جانتے تھے۔ کہ سکھوں کے عہد میں تمام مسلمان ایک دہکتے ہوئے تنور میں پڑے ہوئے تھے۔ انگریزوں نے آکر امن و امان دیا۔ اور اس تنور سے سب کو نجات دی۔ پس مسلمانوں کی ہستی ہی یقیناً حکومت کی مرہون منت ہے ریاست اور جاگیر کا چھن جانا ایسی بات نہیں جیسی دینی اور مذہبی آزادی اور امن کا نہ پایا جانا خدا کے مقرب لوگ انسانی زندگی۔ امن دین۔ عزت اور آزادی کے مقابلہ میں اس دنیا کے مال و متاع اور جاگیروں کو بالکل ہیچ سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور کو اپنی جاگیر منبط ہونے کا شکوہ نہیں ہوا۔ ہاں آپ نے امن اور مذہبی آزادی میسر آجانے کا دلی شکریہ ادا کیا۔ مذہبی تبلیغ امن اور

آزادی کے ماحول میں ہی سکتی ہے ۔ اگر انگریزی حکومت اپنی رعایا کو مذہبی آزادی نہ دیتی تو تبلیغ نہ ہو سکتی ۔ اور حق وصداقت کو آشکارا نہ کیا جا سکتا۔ یہ امن اور تقریر وتحریر کی آزادی کسی اور ملک میں موجود نہ تھی ۔لیکن انگریزوں کی عملداری میں یہ تمام مذاہب والوں کو حاصل تھی ۔ برہمو سماج اور آریہ سماج کے مبلغ اسی طرح امن میں تھے اور آزاد تھے جس طرح شیعہ ۔ سُنی ۔ وہابی مسلمان پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک عیسائی ۔ احمدی مسلمانوں کو بھی بالکل یہی آزادی حاصل تھی حضور نے جو حکومت کا بار بار شکریہ ادا کیا ہے ۔ وہ محض اسی وجہ سے کیا ہے [1] آپ فرماتے ہیں : ۔

"اب ہم انگریزی عہد میں یہاں تک دینی امور میں آزادی دے گئے ہیں کہ جس طرح پادری صاحبان اپنے مذہب کے لئے دعوت کرتے اور رسائل شائع کرتے ہیں یہی حق ہمیں حاصل ہے" (ایام الصلح سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۲۴)

ورنہ احمدیت کی ترقی کسی اور طرح انگریزوں کی مرہون منت نہ تھی۔ یہ کہنا

---

[1] آپ فرماتے ہیں : ۔

" پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکر گذار ہوں گے ۔ اگر وہ اس سلطنت کو جو اُن کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے ۔ نعمت عظمیٰ یقین نہ کریں ۔ ان کو سوچنا چاہئیے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پر ظلمات میں تھے اور پھر کیسے امن وامان میں آگئے ۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت اُن کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے جس کے آنے سے سب تکلیفیں دور ہوئیں ۔ اور ہر ایک قسم کے ظلم اور تعدی سے نجات حاصل ہوئی ۔ اور ہر ایک ناجائز روک اور مزاحمت سے آزادی میں آئی ۔ کوئی ایسا مانع نہیں جو ہم کو نیک کام کرنے سے روک سکے یا ہماری آسائش میں خلل ڈال سکے ۔ پس حقیقت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵ پر)

انگریزی اقتدار کی مدد لیے انگریزوں کی حمایت حاصل کرکے احمدیت کی دعوت پھیلی، ایسی ذلیل مغالطہ دہی ہے کہ اس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ احمدیت کو انگریز کی جو حمایت اور مدد ملی وہ صرف یہی تھی کہ ملک میں سب کے لئے یکساں امن تھا۔ اور تبلیغ کی آزادی تھی کسی ماں نے ابھی تک کوئی ایسا بچہ نہیں جنا۔ جو یہ ثابت کرسکے کہ انگریز نے کبھی بانی سلسلہ احمدیہ کو کسی قسم کی کوئی مالی امداد دی ہو۔ نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضور کو انگریز نے کوئی مربعہ یا جاگیر عطا کی جس کی آمد سے حضور اپنی کتب شائع فرماتے تھے۔ نہ کسی مقدمہ میں کوئی رعایت دی نہ آپ کی کتب اور رسائل میں کوئی ایسی بات موجود ہے جو خالص اسلامی نہ ہو۔ واللہ ایک حقیقت ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٥ ورحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا ہے جس سے پودا اسلام کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے اور جس کے فوائد کا اقرار حقیقت میں خدا کے احسانوں کا اقرار ہے جس صفائی سے اس سلطنت کے ظل حمایت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اور ان کی بدعات مخلوط دور کرنے کے لئے وعظ ہوسکتا ہے اور جن تقریبات سے علماء اسلام کو ترغیب دیں کے لئے اس گورنمنٹ میں جوش پیدا ہوتے ہیں اور فکر اور نظر سے اعلیٰ درجہ کا کام لینا پڑتا ہے اور عمیق تحقیقاتوں سے تائید دین متین میں تالیفات ہو کر حجت اسلام مخالفین پر پوری کی جاتی ہے وہ میری دانست میں آج کل کسی اور ملک میں ممکن نہیں یہی سلطنت ہے جس کی عادلانہ حمایت سے علما کو مدتوں کے بعد گویا صدہا سال کے بعد یہ موقع ملا ہے کہ بے دھڑک بدعات کی آلودگیوں سے اور شرک کی خرابیوں سے اور مخلوق پرستی کے فسادوں سے نادان لوگوں کو مطلع کریں اور اپنے رسول مقبول کا صراط مستقیم مسلمانوں کو بتلادیں کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جس کے زیر سایہ تمام مسلمان امن و آزادی سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٧ پر

کسی دوسرے ملک میں اسلامی ہو یا غیر اسلامی اس وقت ایسی مذہبی آزادی موجود نہ تھی۔ افغانستان میں تو عملاً احمدی شہید کر دیئے گئے تھے پس انگریزوں کا یہی بڑا احسان تھا کہ " وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے "۔ تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۱۲۳ ورنہ ان کا اقتدار اور روپیہ احمدیت کے خلاف صرف ہوتا تھا۔ انگریز عیسائیت کے دلدادہ اور احمدیت حارس اسلام دونوں کا جوڑ ہو ہی کیسے سکتا تھا۔ مذہبی لحاظ سے تو حضور نے عیسائیت کی ایسی زبردست تردید فرمائی ہے کہ جس کی مثال تاریخ عالم میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶) بسر کرتے ہیں اور فرائض دینی کو کماحقہٗ بجالاتے ہیں اور ترویج دین میں سب ملکوں سے زیادہ مشغول ہیں جائز ہو سکتی ہے؟ ...... پس .... بعض اُن ناواقف انگریزوں کے اس وہم کو دور کرنا چاہئے کہ جو بوجہ ناواقفیت یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا قوم مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو کہ نیکی کرنیوالوں سے بدی کرتی ہے اور اپنے محسنوں سے ایذاء کے ساتھ پیش آتی ہے اور اپنی مربی گورنمنٹ کی بدخواہ ہے۔ حالانکہ اپنے محسن کے ساتھ احسان پیش آنے کی تاکید جس قدر قرآن شریف میں ہے اور کسی کتاب میں اس کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ وقال اللہ تعالیٰ انّ اللّٰہ یأمر بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ۔ وقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم من اصنع الیکم معروفاً فجازوہ فان عجزتم عن مجازاتہ فادعوالہ حتّی یعلم انکم قد شکرتم فان اللّٰہ شاکر یحب الشاکرین "

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۴ و ۵ و ۶ امر تسر ۱۸۸۲ء)

پھر فرماتے ہیں :۔

" گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو اپنے مذہب کی اشاعت کی آزادی دے رکھی ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ پر)

کہیں نہیں پائی جاتی بلکہ آپ نے انگریزی حکومت کے دوسرے قوانین پر بھی جہاں مناسب سمجھا ہے بے دھڑک تنقید کی ہے ایک عیسائی پادری نے ایک دفعہ اپنی حکومت پر فخر کیا۔ تو حضور نے فرمایا۔

گورنمنٹ انگریزی پر تنقید

"ہم اس کو (یعنی گورنمنٹ انگریزی کو) خطا سے معصوم نہیں سمجھتے۔ بلکہ قوانین بنانے کا اصول رعایا کی کثرت رائے ہے گورنمنٹ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی۔ تا وہ اپنے قوانین میں غلطی نہ کرے۔ اگر ایسے ہی قوانین محفوظ ہوتے تو ہمیشہ نئے نئے قوانین کیوں بنتے رہتے۔" لہ اسی کے آگے چل کر صفحہ ۲۸۴ پر فرماتے ہیں:۔

ہم عیسائیوں کو پوچھتے ہیں کہ جس مذہب میں نہ متعہ یعنی نکاح موقت درست ہے۔ اور نہ آزدواج ثانی جائز۔ اس مذہب کے لشکری لوگ جو بباعث رعایت حفظ قوت کے راہبانہ زندگی بھی بسر نہیں کر سکتے۔ بلکہ شہوت کی ،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) اس طرح لوگوں کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل پر کھنے اور ان پر غور کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اسلام پر جب مختلف مذہب والوں نے حملے کئے تو اہل اسلام کو اپنے مذہب کی تائید اور صداقت کیلئے اپنی مذہبی کتابوں پر غور کرنے کا موقع ملا۔ اور ان کی عقلی قوتوں میں ترقی ہوئی۔ الغرض یہ سب امور جو میں نے بیان کئے ہیں ایک نیک دل انسان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ایسے محسن کا شکرگزار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہیں کیوں کہ ہمارا دل (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹ پر)

لہ نور القرآن ج۲ صفحہ ۲

جنبش دینے والی شرابیں پیتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ خوراکیں کھاتے ہیں تاسپاہیانہ کاموں کے بجالانے میں چست و چالاک رہیں جیسے گوروں کی پلٹنیں وہ کیونکر بدکاریوں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہیں اور ان کی حفظ عفت کے لئے انجیل میں کیا قانون ہے اور اگر کوئی قانون تھا اور انجیل میں ایسے مجبوروں کا کچھ علاج تھا تو پھر کیوں سرکار انگریزی نے ایکٹ چھاونی ہائے نمبر ۱۳ جاری کر کے یہ انتظام کیا گورہ سپاہی فاحشہ عورتوں کے ساتھ خراب ہوا کریں۔ یہاں تک کہ سر جارج رائٹ کمانڈر ان چیف افواج ہند نے ماتحت حکام کو ترغیب دی کہ ایسی خوبصورت اور جوان عورتیں گوروں کی زناکاری کیلئے بہم پہنچائی جایئں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر ایسی ضرورتوں کے وقت جنہوں نے حکام کو ان قابل شرم تجویزوں کے مجبور کیا انجیلوں میں کوئی تدبیر ہوتی تو وہ حلال طریق کو چھوڑ کر ناپاک طریقوں کو اپنے بہادر سپاہیوں میں رواج نہ دیتے"لے

کیا اس کڑی تنقید کو انگریزوں کی خوشامد کہا جا سکتا ہے؟ دشمن جو چاہے کہے لیکن کوئی شریف اور صداقت پسند انسان اسے چاپلوسی نہیں کہہ سکتا۔

عیسائیوں کے فساد پر قلق

عیسائیوں کے فتنہ کا نقشہ حضور نے اپنی ایک عربی نظم ۱۸۹۴ء میں کھینچکر اللہ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸ واقعی اس کے احسانات کی لذت سے بھرا ہوا ہے احسان فراموش نادان اپنی منافقانہ فطرتوں پر قیاس آرائی کر کے ہمارے اس طریق عمل کو جو صدق اور اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جھوٹی خوشامد پر حمل کرتے ہیں (روئیداد جلسہ دعا)

لے نور القرآن نمبر ۲ صفحہ ۴۷

کے حضور دعا کی ہے۔ اس کے چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں تا حضور کی قلبی کیفیت اور قلق کا اندازہ ہو سکے

اُنظر الیٰ المتنصرین وذرائہم — وانظر الیٰ ما یبتغون من آدرانہم

عیسائیوں کو دیکھ اور ان کے عیبوں کو — اور ان کے میلوں کو دیکھ جو ان سے ظاہر ہوئیں

من کل حدبٍ ینسلون تشدّدا — ویخبثون الارض من اوثانہم

وہ اپنی زیادتیوں اور تعدیوں کی وجہ سے ہر ایک بلندی سے دوڑ رہے ہیں۔ — اور اپنے بتوں سے زمین کو ناپاک کر رہے ہیں

نشکو الی الرحمٰن شرّ زمانہم — ونعوذ بالقدوس من شیطانہم

ہم انکے زمانہ کے شر سے خدا تعالےٰ کی طرف شکایت کرتے ہیں — اور ان کے شیطان سے پاک پروردگار کی پناہ مانگتے ہیں

ھل من صدوقٍ یوجدن فی قومہم — ام ھل عرفت الصدق فی بلدانہم

کیا کوئی راست باز ان کی قوم میں پایا جاتا ہے — یا تو نے شناخت کیا کہ انکے شہروں میں سچائی بھی ہو

ھم یعبدون الادمی کمثلہم — ھم ینشرون الفسق فی اوطانہم

وہ اپنے جیسے آدمی کی پرستش کر رہے ہیں — وہ اپنے وطنوں میں بدکاری پھیلاتے ہیں

لا یعلم النوکیٰ دخیلۃ امرہم — من غیر رقتہم ولین بیانہم

بیوقوف لوگ انکی اصل حقیقت کو نہیں پہچانتے — بس اسی قدر جانتے ہیں کہ وہ زبان کے نرم ہیں

واللّٰہ لولا ضنک عیشٍ مقلقٍ — ما مال مرتدٌ الیٰ ادیانہم

اور بخدا اگر تنگی رزق کی کسی کو تکلیف نہ دیتی تو کوئی مرتد اُن کے دین کی طرف میل نہ کرتا۔

عمّت بلایاھم وزاد فسادھم — واشتدّ سیل الفتن من طغیانہم

انکی بلائیں عام ہو گئیں اور ان کا فساد بڑھ گیا — اور فتنوں کا سیلاب انکی اعتدائیوں سے بہت سخت ہو گیا

یاربّ خذھم مثل اخذک مفسدا — قد افسد الآفاق طول زمانہم

اے خدا تو انکو پکڑ جیسا کہ تو ایک مفسد کو پکڑتا ہے — ان کے زمانہ کے طول نے دنیا کو بگاڑ دیا ہے

اذرء رجالاً یا قدیر ونسوۃ — ارحم ونجّ الخلق من طوفانہم

اے قادر تو اپنے رحم سے مردوں اور عورتوں کی خبر لے — اور مخلوق کو اس طوفان سے نجات بخش

حَلَّتْ بِاَرْضِ الْمُسْلِمِیْنَ جُنُوْدُھُمْ — فَسَرَتْ غَوَائِلُھُمْ اِلٰی نِسْوَانِھِمْ

ان کے لشکر مسلمانوں کی زمین میں اتر آئے — اور ان کی بلاؤں نے مسلمان عورتوں تک سرایت کی

یَارَبِّ اَحْمَدَ یَا اِلٰہَ مُحَمَّدٍ — اِعْصِمْ عِبَادَکَ مِنْ سُمُوْمِ دُخَانِھِمْ

اے احمد کے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الٰہ — اپنے بندوں کو ان کے دھوئیں کی زہروں سے بچا لے

سَبُّوْا نَبِیَّکَ بِالْعِنَادِ وَکَذَّبُوْا — خَیْرَ الْوَرٰی فَانْظُرْ اِلٰی عُدْوَانِھِمْ

تیرے نبی کو انھوں نے عناد سے گالیاں دیں اور جھٹلایا۔ وہ نبی جو افضل المخلوقات ہے سو ان کے ظلم کو دیکھ

یَارَبِّ سَحِّقْھُمْ کَسَحْقِکَ طَاغِیًا — وَانْزِلْ بِسَاحَتِھِمْ بِھَدْمِ مَکَانِھِمْ

اے میرے رب انکو ایسا پیس ڈال جیسا کہ تو ایک عاصی کو پیستا ہے اور ان کو مسمار کرنے کیلئے انکے صحنوں میں اتر آ۔

یَارَبِّ اَرِنِیْ یَوْمَ کَسْرِ صَلِیْبِھِمْ — یَارَبِّ سَلِّطْنِیْ عَلٰی جُدْرَانِھِمْ !

اے میرے رب صلیب کا ٹوٹنا مجھے دکھلا — اے میرے رب ان کی دیواروں پر مجھکو مسلط کر

یہ تو نقشہ ہے ان جذبات اور کیفیات کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے دل میں تلاطم برپا کر رہے تھے اب تصویر کا دوسرا رخ دکھانے کے لیے میں دو ایک باتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جن سے اندازہ ہو گا کہ عیسائی پادری اور انگریز قوم بالعموم حضور کے متعلق کس قسم کے خیالات اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے ۔

لے اس دعا کے کرنے والے کے متعلق نادان یہ کینہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اس نے آزاد مسلمان قوموں کو کمزور کرنے اور ان کو انگریزوں کا غلام بنوانے کے لئے ہر طرح کی خدمات انجام دیں ۔۔

احمدیّت انگریزوں کی نظر میں

ریونڈر ایچ اے ڈاکٹر جو تمام ہندوستان کی لٹریری سوسائٹی، وائی ایم سی۔ اے کی عیسائی انجمن کا سکریٹری تھا۔ اپنی کتاب .... The Ahmadiyya Movement.... مطبوعہ ہمفرے ملفورڈ لنڈن ۱۹۱۸ئہ میں لکھتا ہے:۔

احمد اور اس کے اڈیٹروں نے جہاں تک ان کا بس چلا ہے تمام زمانوں اور تمام قوموں کا لٹریچر چھان مارا ہے۔ تاکہ وہ تمام کوششوں کو متحد کر کے ایک زبردست خطرناک حملہ مسیح ناصری کے کیریکٹر پر کر کے اسے کمزور اور داغدار ثابت کر دیں۔

لکھنؤ میں ایک جنرل کانفرنس تمام پادریوں نے خاص مسلمانوں کے متعلق منعقد کی اس میں ایک پادری صاحب نے احمدیہ جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

یہ فرقہ عیسائیت اور یسوع کا سخت مخالف ہے ..... وہ قرآن کے مسیح کو انجیل کے مسیح سے الگ قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز میں لکھا ہے:۔

یہ فرقہ بھی عیسائیت کا شدید مخالف ہے۔

انگریزوں کا مشہور مستشرق پروفیسر اے ایس ٹرٹن اپنی کتاب 'اسلام' مطبوعہ لنڈن ۱۹۵۱ء کے صفحہ ۱۶۱ پر لکھتا ہے۔ کہ انگریزی حکومت کو یہ شبہ ہو گیا

لہ ۱۹۱۱ — Lucknow مطبوعہ کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا لنڈن صفحہ ۱۶۵

تھا کہ بانی جماعت احمدیہ اپنے دشمنوں کی موت کی پیشگوئی کر کے خود ان کو مروانے کی کوشش کیا کرتا تھا اس لئے حکومت نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

بانی سلسلہ احمدیہ پر انگریز پولیس کی نگرانی

جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام عبداللہ آتھم (جس نے عیسائیوں کا نمائندہ بن کر حضور سے اسلام کے متعلق مناظرہ کیا تھا) پر زور دے رہے تھے۔ کہ وہ قسم کھا کر لکھے کہ مناظرہ کے بعد اس نے اسلام کے متعلق اپنا رویہ نہیں بدلا۔ اس وقت وہ اور دوسرے پادری اپنے اخبارات میں قسم سے گریز کرتے ہوئے یہ جواب دے رہے تھے کہ قسم کھانا ان کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔ ان ایام میں سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور میں (جو انگریزی زبان میں انگریزوں کا واحد سیاسی اخبار تھا اور اسے نیم سرکاری اخبار سمجھا جاتا تھا۔ اور جو پنجاب کا سب سے بڑا روزنامہ تھا) مندرجہ ذیل مضمون شائع ہوا:۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ
۲۴ر اکتوبر ۱۸۹۴ء
صفحہ ۳ کالم ۳

ایک خطرناک مذہبی جنونی

پنجاب میں ایک مشہور مذہبی جنونی ہے۔ ہمارا خیال ہے اب وہ ضلع گورداسپور میں ہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسیح بھی اسکی پیشگوئیوں نے جو اس نے امرتسر کے ایک ہندوستانی عیسائی کی موت کے متعلق کی تھیں اس شہر میں کئی ماہ تک شور برپا رکھا لیکن خوش قسمتی سے اسکی باتیں بے اثر نکلیں کہ وہ عیسائی کو موت آنا

تھی ابھی تک زندہ ہے اس قسم کا وہمی اور مذہبی جنونی بلاشک پولیس کی نگرانی میں ہے۔ جب کبھی
وہ باہر تبلیغ کرتا ہے امن عامہ میں بڑے فسادات کا فوری خطرہ ہوتا ہے کیوں کہ اس کے ماننے
والے بے شمار ہیں اور وہ مذہبی جنون میں اس سے کچھ ہی کم ہیں۔ اس قسم کے شخص کے بے
معنی تصورات سے کسی سیاسی خطرہ کا اندیشہ تو نہیں ہو سکتا لیکن اس کی
دیوانگی میں بھی ایک ڈھنگ ہے اس کی ادبی قابلیت مسلّمہ ہے اور اس کی تصنیفات
بہت ہیں اور عالمانہ ہیں۔ وہ تمام عناصر موجود ہیں جن کی ترکیب سے ایک خطرناک
مرکز بنا کرتا ہے۔ البتہ دقیانوسی خیال کے لوگوں کی نظر میں وہ مقبول نہیں ہے
اور وہ اپنے خدا کی لعنت سمجھتے ہیں اس کی شہرت مدراس جیسے دور دراز شہر تک
جا پہنچی ہے ہم اس شہر سے شائع ہونے والے ایک انگریزی اخبار "محمڈن" کا ایک
اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

گہرا مذہبی یقین جو قادیان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ بے کار طعن کا مقابلہ
نہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی دماغی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس کی مصالحانہ
ذہنیت کے ساتھ ساتھ تنگ نظری مخلوط ہے جو اسے ادنیٰ درجہ کا رجعت پسند بنا
دیتی ہے اس کے معتقدات سے اس کی ذہنی کیفیات کی تشکیل ہوتی ہے۔ اور
وہ اس کے سبب ماحول کو گھناؤنا رنگ دے دیتے ہیں اس کی تصنیفات
سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ موجودہ تہذیب کا پکا دشمن ہے جو اتفاق سے عیسائیت
کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ ایک سے جنگ لازماً دوسری سے جنگ ہے کیوں کہ
دونوں ایک ہی چیز ہیں اور الگ الگ نہیں ہو سکتیں۔ ریل گاڑی کا وجود
بھی اس کی نظر میں ایسا ہی قابل نفرت ہے جیسے تثلیث کا عقیدہ۔ کیوں کہ ریل
گاڑی تثلیث پرستوں ہی کی ایجاد ہے ایک جگہ وہ لکھتا ہے:۔ اس طرح
یہ واضح ہے کہ یہ عیسائی قومیں۔ یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ ان تثلیث کے

حامیوں نے ایسی عجیب کارروائیاں کی ہیں اور ایک مکمل جادو کا نظام بنا دیا ہے کہ جو سوائے دجال کے اور کوئی نہیں دکھا سکتا تھا۔

اس کی نظر میں سب کچھ ملعون جادوگروں کا افسوں ہے بدی اور نیکی، کا مقابلہ ہے خدا ایک طرف ہے اور شیطان دوسری طرف اگر وہ عالم خیال سے نکل کر میدان عمل میں قدم رکھے تو اس کی عجیب انتہا پسندیوں کی حدود کا تعین کرنا ممکن نہیں ہوگا اس کی باتوں میں ایک دبی ہوئی دہشت ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امکانی طور پر وہ ایک خطرناک ہلالی ہے اور جیسے اسکے سب مداح سمجھتے ہیں وہ صرف ایک سادہ آدمی نہیں ہے ممکن ہے اسکے مداحوں کو اس کا کچھ مطلب معلوم ہو (خصوصاً موجودہ سری بحث کے بعد) اور ہمیں اپنی رائے کے خلاف قائل کر سکیں۔

قادیان کا مولوی سالہا سال ہمارے زیر نظر رہا ہے اور ہم اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر جو ہمیں اس کی ذات اور اسکے کام کے متعلق حاصل ہیں مندرجہ بالا رائے کی پوری طرح تائید کرتے ہیں ہمارے نزدیک وہ طاقت پکڑ رہا ہے اور غالباً مستقبل قریب میں ہم پر یہ فرض عائد ہو جائے گا کہ ہم اسکی طرف زیادہ تفصیل سے توجہ دیں۔

بانیِ سلسلہ پر قتل کا مقدمہ اور پادریوں کا بغض

پادری اتنے بڑے اخبار کے اس اظہار رائے سے یقیناً خوش ہوتے ہوں گے لیکن وہ اپنی مخالفت کے اس اسلامی قلعہ کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتے تھے اور اسے مسمار بھی کر دینا چاہتے تھے کیوں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی محققانہ تحریروں اور آسمانی نشانوں سے تنگ آئے ہوئے تھے اس لئے اس کے بعد انہوں نے حضور پر خون کا ایک مقدمہ بنا دیا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرت سر نے یکم اگست ۱۸۹۷ء ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (مسٹر اے۔ای مارٹینو) امرت سر کے روبرو بیان کیا کہ حضور نے ایک شخص عبدالحمید کو ڈاکٹر کلارک کے قتل کی ترغیب دی ہے اور اس پر مجسٹریٹ صاحب نے ایک وارنٹ گرفتاری زیر دفعہ ۱۱۴ ضابطہ فوجداری کر دیا لیکن بعد میں یہ مقدمہ گورداسپور تبدیل ہوگیا اور وہاں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ۹ اگست کو وارنٹ کی جگہ ایک سمن جاری کیا۔ بغرض جواب دہی الزام دفعہ ۱۰۲ ضابطہ فوجداری ۱۰ اگست سے لے کر ۲۳ اگست تک یہ مقدمہ جاری رہا اور حضور بالآخر بری قرار دیئے گئے عبدالحمید نے سچی بات کا اقرار کر لیا اور بتایا کہ عیسائیوں نے اس سے جھوٹا بیان دلوایا تھا فروری ۱۸۹۸ء میں سرکاری وکیل نے عبدالحمید کے خلاف زیر دفعہ ۱۹۵ اور ۲۱۱۔ آئی پی سی درخواست دی جو نامنظور ہوگئی۔ مگر دفعہ ۱۹۳ کے ماتحت اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے ۸ مئی کو پھر سرکاری افسران کی طرف سے جو انگریز تھے مقدمہ کی پیروی کے لئے زور دیا گیا۔ بالآخر ۸ ستمبر کو اس مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ اور ۱۱ ستمبر ۱۸۹۹ء کو حکم سنایا گیا اور عبدالحمید کو ۹ ماہ کی قید کی سزا دی گئی جس میں سے ۴۴ دن قید تنہائی کی سزا تھی اس نے سزا کو برداشت کیا مگر دوبارہ جھوٹ بول کر حضور پر الزام لگانے کی جرأت نہ کی اس طرح گویا دو سال کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو ارادہ قتل کی سزا دلوانے کی کوشش نہ صرف پادری صاحبان بلکہ حکومت کے افسران بھی کرتے رہے۔

لاہور کے لاٹ پادری لشپ جی اے لیفرائے پہلے دہلی کے بازاروں میں اردو میں عیسائیت کا وعظ کیا کرتے تھے۔۔

لاہور آکر انہوں نے ۱۸ر مئی ۱۹۰۰ء کو ایک مجمع عام میں مسلمانوں کے ساتھ بحث کی طرح ڈالی اسکے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور بعض دوسرے مسلمانوں نے تجویز کی کہ بشپ صاحب کے ساتھ باقاعدہ بحث ہو جائے۔ لیکن ۱۲ر جون ۱۹۰۰ء کو بشپ صاحب نے انکار کرتے ہوئے اپنے نفرت اور حقارت کے جذبات کا یوں اظہار کیا:۔

میں انکار کرتا ہوں کہ مرزا غلام احمدؐ صاحب کو کسی ایسے دوستانہ تعلق میں ملوں۔ جیسا کہ آپ کی مجوزہ بحث کا نتیجہ ہوگا اپنے آپ کو مسیح کہنے کی جرارت کرتے ہوئے مرزا صاحب بغیر کسی قسم کی سند کے اپنے لئے وہ نام اختیار کرتے ہیں جس سے ہم عیسائی کہلاتے ہیں اور جس کو ہم گہرا ادب اور احترام کے جذبات سے دیکھتے ہیں اس طرح میرے نزدیک وہ اس ہستی کی حد درجہ افسوسناک ہتک اور بے عزتی کرتے ہیں جس کی ہم اپنا آقا اور مالک سمجھ کر عبادت کرتے ہیں پھر کس طرح ممکن ہے کہ میں اس شخص سے دوستانہ رنگ میں ملنے کے لئے رضامند ہو جاؤں ؟ لے

مولویوں کے نزدیک بانیٔ سلسلہ کا وجود انگریزی حکومت کیلئے خطرناک تھا

کسی شخص کا دعویٰ مسیحیت کرنا بشپ صاحب کے نزدیک اپنی ذات میں ہی، مسیح کی ایسی ہتک ہے کہ بشپ صاحب اسے برداشت نہیں کر سکتے

لے ریویو آف ریلیجنز

گفت گو کرنا تو درکنار، یقیناً دو ہزار سال پہلے کے یہودی علماء ایسے ہی غیرت مند لوگ تھے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکا دیا تھا انہوں نے اپنی انتہائی نفرت کا اسی طرح اظہار کیا مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنی شقاوت کا شکار ہوئے ورنہ شرافت سے بات کرنا اور تبادلہ خیالات کس طرح تہتک قرار دیا جاسکتا ہے اگر وہ مسیح جس کے آنے کا انہیں انتظار ہے بھیج آئے گا تو اس قسم کے لوگ اسکطرح قبول کر سکیں گے۔ ایسے لوگ تو محض اس کے دعوی کو سن کر اسے سیدھے صلیب پر لٹکانے کی کوشش کریں گے۔،

لیکن میں یہاں ایک دوسرے پہلو کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ساتھی گورنمنٹ کو بار بار بتلاتے رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود گورنمنٹ انگریزی کے لئے سوڈانی مہدی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اور ڈاکٹر گرسولڈ بھی اپنے فلسفیانہ مطالعہ کے بعد یہ نظریہ پیش کرتا رہا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو موقعہ اور طاقت ملی تو کچھ عجب نہیں، کہ وہ حکومت کے خلاف تلوار اٹھالیں۔ اور انگریزوں کا سب سے بڑا اخبار "سول ملٹری اینڈ گزٹ" لاہور لکھتا ہے "اس کی باتوں میں ایک دبی ہوئی وحشت ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ امکانی طور پر ایک خطرناک بلا ہے۔" پھر انگریز کی پولیس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہر بات باقاعدہ نگرانی کر رہی ہے ان باتوں سے واضح ہے کہ حکومت کا یہ خدشہ واقعی قوی ہو گیا تھا کہ سوڈانی مہدی کی طرح آپ بھی کہیں خطرناک نہ ہوں لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ آج کل کے مولوی اور فریسی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو خود انگریزوں نے مہدی بنا کر کھڑا کیا تھا اور وہ ان کی سیاست کے آلہ کار تھے تا وہ اسلامی ممالک کو ان کے ذریعہ فتح کر سکیں اگر واقعی ایسا ہوا۔ تو

عام انگریز انہیں فریب خوردہ کیوں سمجھتے تھے ان پر پولیس کی نگرانی کیوں تھی، انہیں مشتبہ کیوں خیال کیا جاتا تھا اور پادری ان سے کیوں نفرت کرتے تھے۔
ڈاکٹر ایچ ڈی گرس ورلڈ نے ایک مضمون
کے موضوع پر برطانیہ کی وکٹوریہ انسٹی چیوٹ کے سامنے پڑھا وہ سخت مخالف تھا مگر سمجھتا تھا کہ حضور اپنے دعویٰ میں فریب خوردہ ہیں۔
وہ کہتا ہے، مرزا صاحب دیانت دار ہیں لیکن فریب خوردہ ہیں[1]
کیا انگریز قوم اپنے مقرر کردہ کارکن کو فریب خوردہ کہہ سکتی تھی۔ ؟ کیا کوئی عقل مند ایسے شخص کو اپنا کارکن مقرر کر سکتا ہے ؟۔

عالم اسلام کی خستہ حالت

علاوہ ازیں کوئی ایسا اسلامی ملک موجود نہیں جسے انگریزوں نے اس ذریعہ سے فتح کیا ہو یا ایسی کوشش ہی کی ہو۔ کیوں کہ اس کی انہیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ عالم اسلام کی حالت اس زمانہ میں خود ہی بہت خستہ تھی لارڈ کرزن نے اپنی ایک کتاب میں سر ایلفرڈ لائل کی ایک نظم درج کی ہے جس میں ایک مسلمان بادشاہ کہتا ہے !
لیکن اسلام کی بادشاہتیں خستہ ہو رہی ہیں اور میرے گرداگرد ہمیشہ موت اور میرے ملک کی ہلاکت کی آواز گونجتی ہے : کیا میں ان کا آخری بادشاہ ہوں گا ؟
عیسائی تو کہتے تھے :۔
مسلمان سلطنتوں اور ریاستوں کی طاقت اور اثر ہر جگہ تنزل کی طرف جا رہی ہے،[2]

[1] دیکھو اس کی کتاب مرزا غلام احمد مطبوعہ لدھیانہ سنہ ۱۹۰۲ء ص ۲۶۰ The Missions P 260

انہیں کیا ضرورت تھی کہ ایک گمنام شخص مہدی بنا کر گھڑا کرتے ؟

۱۸۵۵ء میں سلطنت ترکیہ کے ماتحت ... ۱۹۳ امربع میل رقبہ تھا۔
اور آبادی ..... ۱۴۰ لکھی ۱۸۷۸ء میں یہ رقبہ .... ۱۲ امربع میل رہ گیا۔
اور آبادی ..... ۹۶ لیکن ۱۸۹۹ء میں یہ رقبہ صرف ۰۰ ۸۱۲ مربع میل تھا
اور آبادی ..... ۶۲۰ ۔[۱]

اسی طرح سوڈانی مہدی نے ۱۸۸۱ء میں خدیو مصر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اور مصر چونکہ اس وقت انگریزوں کے قبضے میں تھا اس لئے اس کا انگریزوں سے مقابلہ ہوا۔ اور اس نے ۱۸۸۵ء میں جنرل گارڈن کو مار بھی ڈالا۔ ہمارے علماء جہاد کے حد درجہ دلدادہ ہیں اور ایک خونی مہدی کے منتظر بھی ہیں۔ انہیں چاہیے تھا کہ اپنے متبعین کی ایک فوج لے کر فوراً سوڈان پہنچتے۔ مہدی کو وہاں فتوحات ہو رہی تھیں انگریز سے بھی وہاں فیصلہ ہو جاتا مگر افسوس کہ ان میں سے ایک بھی وہاں نہ پہنچا اور نہ کوئی آواز اس کی تائید میں اٹھائی گئی۔ الٹا اس ملک کی حکومت کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مخبری کرتے رہے کہ یہ شخص بھی اسی طرح کا مہدی ہے اس سے مطمئن نہ رہنا چاہیے اور اس کو بھی سوڈانی مہدی کی طرح ختم کر دینا چاہیے۔ العجب ثم العجب ۔

---

[۱] The missions P. 240 - 241

[۲] ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کو جنگ OMDURMAN میں
مہدی محمد احمد ساکن ڈنگلا جو ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوا تھا ختم کر دیا گیا۔
ہیٹنگز انسائیکلوپیڈیا جلد ۸ صفحہ ۲۳۹)

انگریز کا مقابلہ کس طرح ہو سکتا تھا؟

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انگریز کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دجّال سمجھا اور کہا۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اِس قوم کا مقابلہ کس طرح کرنا چاہیئے تھا۔ ۱۸۵۷ء میں ہندو اور مسلمان فوج نے انگریز افسروں، عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کر کے اُن کو اِس مُلک سے نکالنے کی پوری کوشش کی۔ پھر وہابی غازیوں نے اپنا کیمپ سرحد پر قائم کر کے ملک کے اندر اور باہر سے مذہب کے نام پر کئی سال تک جہاد کیا۔ مگر سوائے ناکامی اور نامرادی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ ہندوستان کے باہر سوڈان میں غازی مہدی پیدا ہوا۔ اور اُس نے وہاں تلوار چلا کر ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر انگریز اُس ملک سے نکالے نہ جا سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے افغانستان کو دو دفعہ (۱۸۳۹ء اور پھر ۱۸۷۹ء میں) انگریزوں نے روند ڈالا تھا۔ دوسرے کسی اسلامی ملک میں اتنی سکت نہ تھی کہ اِس دجّال قوم کا کسی طرح مقابلہ کر سکتا۔ اِس معاملہ میں اپنے زورِ زبان اور جولانیٔ قلم کے باوجود جمال الدین افغانی (۱۸۳۸ - ۱۸۹۷) اور اُس کا شاگرد محمد عبدہ (۱۸۴۹ - ۱۹۰۵) بھی مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چارلس ایلی سن نے پنجاب میں علی الاعلان یہ کہا کہ نئے ملک فتح کرنے کے دن ختم ہو چکے ہیں اور انگریزوں کی حکومت اپنے قدرتی اور انتہائی عروج کو پہنچ چکی ہے اور اب دُنیا کو عیسائی بنانے کا کام باقی ہے۔ ملک میں امن قائم تھا اور مذہبی آزادی تھی ایسے حالات میں اِسلام تلوار اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتا اور مسلمانوں میں

تلوار چلانے کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپنی اپنی طاقت کے مطابق سارے ملک کے ہندو سکھ مسلمان لمبے عرصہ تک سیاسی طور پر تلوار کے ذریعہ انگریز کا مقابلہ کر کے تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ ایسے تجربوں کے بعد اور ان حالات میں عقلاً اور عملاً صرف وہی طریق اختیار کیا جا سکتا تھا۔ جو حضرت مسیح ناصری نے رومن حکومت کے متعلق اختیار کیا تھا۔ یعنی "جو قیصر کا ہے وُہ قیصر کو دو۔ اور جو خدا کا ہے وُہ خدا کو دو۔" (لوقا ۲۰ : ۲۲)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا۔ حکومت کا حق حکومت کو دیا اور خدا کا خدا کو۔ دوسری شق کی طرف اصل اور زیادہ توجہ کر کے آپ نے آسمانی حربوں اور دلائل عقلیہ سے ادیانِ عالم پر اسلام کی فضیلت ثابت کی۔ اور دجّال کو قتل کر ڈالا۔ ادھر اپنی قوم کو جو صرف نام کی مسلمان رہ گئی تھی۔ خالص اور سچے رنگ میں اسلام پر عمل کرنے کی پُر زور تلقین کی تا مسلمان کہلانے والے اپنے نفس کی شہوات سے آزاد ہو کر آپس میں متحد ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت ہر قسم کی بُت پرستی اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر خدا کی سچی محبت اور حکومت دنیا میں قائم کر دیں۔

مولانا مودودی صاحب حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "اُن کا سب سے پہلا کام یہی تھا کہ اپنی قوم کو اِس اخلاقی پستی کے گڑھے سے نکالتے جس میں وُہ گری ہوئی تھی اور اُس میں فضیلت اخلاق کی وُہ روح پھونکتے جس کے بغیر کوئی قوم غلامی کی زنجیروں کو توڑنے اور دُنیا میں اپنے آزاد وجود کو برقرار رکھنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اوّل اوّل انہوں نے قومی سیرت کے اِسی پہلو کی طرف توجّہ کی اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک ایسی پُرامن فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جس میں

حکومتِ وقت سے کسی قسم کے تصادم کا موقع نہ آئے۔ کیونکہ اگر ابتدا ہی میں حکومت سے مقابلہ شروع ہو جاتا تو اصل اصلاحی کام بھی نہ ہوتا۔ اور اِس کے انجام پائے بغیر حکومت کے مقابلہ میں ہی ناکامی ہوتی۔ اِس لئے اُنہوں نے حکومت کے ساتھ تصادم کرنے سے انتہائی پہلوتہی کی۔" [1]

آج ایک خالص سیاسی لیڈر جو نتیجہ چاہے نکالے۔ لیکن حضرت مسیح ناصری فریبی نہ تھے۔ حکومت اور سیاسی اقتدار کے بھوکے نہ تھے۔ وُہ خدا کے سچے رسول تھے۔ انہوں نے سیدھے سادے الفاظ میں جو کہا۔ وُہ صاف کہا۔ "جو قیصر کا ہے وُہ قیصر کو دے دو۔ اور جو خدا کا ہے وُہ خدا کو دے دو" کیا مودودی صاحب حضرت مسیح علیہ السّلام کے کلام کے دوسرے حصّہ کا یہ مفہوم لینے کے لئے تیار ہوں گے کہ اُنہوں نے خدا کے ساتھ تصادم کرنے سے انتہائی پہلوتہی کی؟ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے وہی طریق اختیار کیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ مسیح یاجوج ماجوج سے نہ لڑیگا اور بخاری میں ہے کہ مسیح جنگ ترک کر دے گا۔ یعنی نصارٰی سے جنگ نہ کریگا۔ پس ثابت ہو گیا کہ نصارٰی ہی یاجوج ماجوج ہیں اور مسیح موعود اُن سے نہ لڑے گا۔ بلکہ تنگی کے وقت خدا سے نصرت مانگیگا۔ جو اچھی مدد کرنے والا ہے اور یہاں سے ثابت ہو گیا کہ مسیح موعود نصارٰی کے غلبہ کے وقت آئے گا۔ اور جس طرح کہ وہ فساد کے لئے نرمی کے دروازے سے داخل ہوئے ہیں۔ اُسی طرح مسیح موعود اصلاح کے لئے نرمی کے دروازے سے داخل ہوگا۔ اور چونکہ انہوں نے دین کے لئے تلوار نہیں اٹھائی۔ لہٰذا مسیح موعود بھی تلوار نہ اٹھائے گا۔ اور حکمت اور

---

[1] الجہاد فی الاسلام صفحہ ۲۶۵-۲۶۶ شائع کردہ دفتر رسالہ ترجمان القرآن۔ ذیلدار پارک اچھرہ لاہور۔ پاکستان طبع دوم ۱۹۴۸ء

اچھے وعظ کے ساتھ اُن سے لڑیگا اور حجت سے غافلوں اور ظالموں کو قتل کرے گا۔"[۱]

دشمن تدبیر، تحریص، تقریر اور تحریر کے زور سے مسلمانوں پر اپنی پوری طاقت سے حملہ آور ہو چکا تھا۔ مسلمان ریاستوں کا یہ حال تھا کہ وہ "پژمردہ ہو گئی ہیں۔ اور دولت و شوکت میں ضعف آگیا ہے اور عیسائی سلطنتوں کو اپنے اِردگرد درندوں کی مانند دیکھتے ہیں اور ڈرتے ڈرتے رات کاٹتے ہیں"[۲] اور مسلمان ہر جگہ نہ صرف مایوس و مرعوب ہو چکے تھے۔ بلکہ مغربی سائنس اور مادی فلسفہ کے طوفان میں بہے جارہے تھے۔ لاکھوں مرتد ہو چکے تھے اور مرتد بھی بعض ایسے بے حیا کہ اپنی زبان اور قلم سے خود بے دھڑک میدانِ جنگ میں اُتر آئے تھے۔ ایسے حالات میں کس نے دجّال کو للکارا۔ کس نے جرأت اور مردانگی سے تن تنہا اس کا مقابلہ کیا۔ کس نے اپنی قوم کو ہمت دلائی۔ کس نے دلائل سے دشمن کے قلعہ پر گولہ باری کی، کس نے تقریر و تحریر اور آسمانی نشانوں سے پادریوں کی تلبیس کو ننگا کیا۔ کس نے ثابت کیا کہ مسیح ابنِ مریم خدا نہیں اور یہ کہ وُہ سری نگر میں دفن ہے۔ کس نے کفارہ کا تار و پود بکھیر ڈالا۔ کس نے صلیب کو پاش پاش کیا؟ کہاں ہیں وُہ پادری جو ہمارے دیہات کی گلیوں اور شہر کے بازاروں میں کھڑے ہو کر یسوع کو خدا بتایا کرتے تھے۔ کیوں بڑے سے بڑا پادری ایک معمولی احمدی کے سامنے آنے سے گھبرانے لگا؟ کیا یہ سب کچھ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے طفیل نہیں ہوا۔ جس نے اکیلے قادیان سے اپنے آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تائید میں آواز اٹھائی تھی؟ کیا اب وہی آواز امریکہ، انگلستان اور تمام مغربی اور مشرقی ممالک میں ہر جگہ

---

[۱] حمامۃ البشریٰ مطبوعہ قادیان ۲۸ رجولائی ۱۹۰۳ء۔ حاشیہ صفحہ ۹۰ تا ۹۲

[۲] " " صفحہ ۸۵

نہیں گونج رہی؟ [1]

ملکہ وکٹوریا کو تبلیغ اسلام

یہی وہ مجاہدِ اسلام اور خادمِ دینِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس نے ۱۸۹۳ء میں برطانیہ کی فرمانروا ملکہ وکٹوریا کو یوں مخاطب کیا:۔
"اے ملکہ! توبہ کر۔ اور اُس ایک خدا کی اطاعت میں آجا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ شریک۔ اور اُس کی تمجید کر۔ کیا تو اُس کے سوا اور کوئی معبود بکڑتی ہے۔ جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود مخلوق ہیں؟ ۔ ۔ ۔ اے زمین کی ملکہ اسلام کو قبول کرتا تو بچ جائے۔ مسلمان ہو جا۔" [2]

اسی طرح آپ نے ملک کی حکومت پر بحیثیت حکومت اتمام حجت کرنے کے لیئے یہ عظیم الشان اور بے نظیر تحریک کی کہ وہ ایک مذہبی جلسے کا اعلان کر کے اس زیرِ غور جلسے کی ایسی تاریخ مقرر کرے جو دو سال سے زیادہ نہ ہو۔ اور تمام قوموں کے سرگروہ علماء اور فقرا، اور ملہموں کو اس غرض سے بلایا جائے کہ وہ جلسے کی تاریخ پر حاضر ہو کر اپنے مذہب کی سچائی کے دو ثبوت دیں۔

"(۱) اوّل ایسی تعلیم پیش کریں جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو۔ جو اُن کے درخت کی تمام شاخوں کی آبپاشی کر سکتی ہو۔

(۲) دوسرے یہ ثبوت دیں کہ اُن کے مذہب، روحانیت اور طاقت بالا ویسی ہی موجود ہے جیسا کہ ابتدا میں دعویٰ کیا گیا تھا اور وہ اعلان جو جلسہ سے پہلے شائع کیا جائے۔ اس میں مندرج یہ ہدایت ہو کہ قوموں کے سرگروہ

---

[1] دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔ ایڈیشن ۱۴ جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۔ نیز دیکھو انڈین اسلام مصنفہ ڈاکٹر ٹائٹس ص ۲۲۳
[2] آئینہ کمالات اسلام۔

اِن دو ثبوتوں کے لئے تیار ہو کر جلسہ کے میدان میں قدم رکھیں اور تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں پیش کریں جو محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں اور نیز ایک سال کے اندر پوری بھی ہو جائیں۔ میرے خیال میں ہے کہ اگر ہماری دانا گورنمنٹ اِس طریق پر کاربند ہو۔ اور آزماوے کہ کس مذہب اور کس شخص میں روحانیت اور خدا کی طاقت پائی جاتی ہے۔ تو یہ گورنمنٹ دنیا کی تمام قوموں پر احسان کرے گی۔ اور اِس طرح ایک سچے مذہب کو اس کے تمام روحانی زندگی کے ساتھ دُنیا پر پیش کر کے تمام دنیا کو راہِ راست پر لے آئے گی۔ . . . . . اگر اِس جلسہ کے بعد جس کی گورنمنٹ محسنہ کو ترغیب دیتا ہوں۔ ایک سال کے اندر میرے نشان دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میں راضی ہوں کہ اِس جرم کی سزا میں سُولی دیا جاؤں۔ اور میری ہڈیاں توڑی جائیں۔ لیکن وُہ خدا جو آسمان پر ہے۔ جو دل کے خیالات کو جانتا ہے۔ جس کے الہام سے میں نے اِس عریضہ کو لکھا ہے۔ وُہ میرے ساتھ ہو گا۔ اور میرے ساتھ ہے۔ وُہ مجھے اِس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہیں کرے گا۔ اُس کی رُوح ہے جو میرے اندر بولتی ہے۔ میں نہ اپنی طرف سے بلکہ اُس کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں۔ تا سب کچھ جو اتمام حجت کے لئے چاہیئے۔ پورا ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اُس کی طرف سے کہتا ہوں اور وہی ہے جو میرا مددگار ہے یہاں[1]

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۵۷-۶۰ - ۱۸۹۹-۹-۲۷

سارے جہان کے نام آپ کا پیغام

دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب والوں کو آپ نے خدا کا پیغام پہنچایا[1] اور پھر آپ سارے جہاں سے یوں مخاطب ہوئے :۔
"اے تمام وُہ لوگو! جو زمین پر رہتے ہو۔ اور اے تمام وُہ انسانی روحو! جو مشرق و مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اِس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچّا مذہب صرف اِسلام ہے اور سچّا خدا بھی صرف وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال

---

[1] اِس پیغام اور کام کو جاری رکھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مخلص مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی جس کے متعلق علامہ ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں :۔
"پنجاب میں اِسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اِس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔"
(ملّت بیضا پر ایک عمرانی نظر۔ اقبال اکیڈمی لاہور صفحہ ۱۸)
اور چوہدری افضل حق جیسا دشمن یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا :۔
"مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اِسلام

اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔" [1]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸

کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا ۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابلِ تقلید ہے ۔ بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے ۔"

(فتنہ ارتداد صفحہ ۴۶ ۔ کوآپریٹو سٹیم پریس وطن بلڈنگز ۔ لاہور)

[1] تریاق القلوب ۔ صفحہ ۳
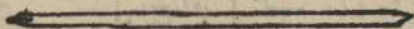
ضمیمہ

ذیل کی اکثر کتب ”کھنوت ۱۹۲۱ء“ نامی کتاب شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا لنڈن میں درج ہے

اُردو کُتب

نمبر شمار	نام کتب مع نام مصنف	نام ادارہ اشاعت
۱	عبدالمسیح ولد اسحاق کندی مصنفہ عماد الدین	پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی
۲	عدم ضرورتِ قران ۔ ” ٹھاکر داس	کرسچین بک سٹور لدھیانہ
۳	آئینہ اِسلام ” سیموئل نوٹن	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۴	الجواہر القران ” عبداللہ آتھم	” ” ”
۵	المسیحت والاسلام ”	” ” ”
۶	الفرقان	ک ۔ ب ۔ س ۔ ل
۷	الکفارہ	کرسچین لٹریچر سوسائٹی پنجاب برانچ لدھیانہ
۸	عقائد اِسلامیہ مصنفہ کینن سیل	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۹	عقل بر دعوٰئ تحریف ” عبداللہ آتھم	” ” ”
۱۰	اِسمائے الٰہی ” بی۔ایچ راؤز	ک ۔ ل ۔ س
۱۱	اثمار شیریں	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۱۲	ازالہ المرزا	ک ۔ ب ۔ س ۔ ل

مختلف الفاظ ادارے کو ظاہر کرتے ہیں
پ۔ر۔ب۔س۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی
ک۔ب۔س۔ل۔ کرسچین بک سٹور لدھیانہ
ک۔ل۔س۔ کرسچین لٹریچر سوسائٹی پنجاب برانچ لدھیانہ
ن۔ا۔ٹ۔س۔ نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی الہ آباد
م۔ا۔پ۔ہ۔ میتھوڈسٹ ایپس کوپل پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ

نمبر شمار	نام کتاب مع نام مصنف	نام ادارۂ اشاعت
۱۳	بحث مابین توحیدیہ تثلیثیہ مصنفہ عبداللہ آتھم	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۱۴	بائبل یا قران	ک ۔ ل ۔ س
۱۵	بیگناہ نبی مصنفہ ۔ بی ۔ اتیح ۔ راؤز	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۱۶	چیلنج " عبداللہ آتھم	" " "
۱۷	دس دلیلیں	ن ۔ ا ۔ ٹ ۔ س
۱۸	دافع البھتان مصنفہ ریورنڈ رنکلن	مشن پریس آباد ۱۸۴۵ء
۱۹	دعوت اِسلام	پ ۔ ر ۔ پ ۔ س
۲۰	دینِ اِسلام	ک ۔ ب ۔ س ۔ ل
۲۱	دین اِسلام اور اُسکی تردید مصنفہ ای ایم ویری	ن ۔ ا ۔ ٹ ۔ س
۲۲	فارقلیط " بی ۔ ایچ ۔ لٹف	ک ۔ ل ۔ س ۔
۲۳	فوز الخطیم " ای ۔ ایم ویری	ک ۔ ب ۔ س ۔ ل
۲۴	فہرستِ قران " " "	" " "
۲۵	گنجینۂ الاسلام " " "	" " "
۲۶	گلدستۂ اسرارِ الٰہی مصنفہ جی ۔ اے لیفرائے	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۲۷	حل الاشکال " پی ۔ فنڈر	م ۔ ا ۔ پ ۔ ہ
۲۸	ہمارا شفیع کون ہے ؟ " جی ۔ ایچ ۔ راؤز	ک ۔ ر ۔ س
۲۹	حقیقی عرفان	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۳۰	حضرت محمد مصنفہ جی ۔ ایچ ۔ راؤز	ک ۔ ل ۔ س
۳۱	ہدایت الممترین " ای ۔ ایم ۔ ویری	ک ۔ ب ۔ س ۔ ل
۳۲	ہدایت المسلمین " عمادالدین	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س

نمبر شمار	نام کتاب مع نام مصنف	نام ادارۂ اشاعت
۳۳	عبادت اور اُس کا اثر	بمبئی ریلجس بک سوسائٹی
۳۴	ادعاءِ اسلام مصنفہ اکبر مسیح	پ۔ ر۔ ب۔ س
۳۵	اعجاز قران " رام چندر	" " "
۳۶	انفصال ولادِ مسیح " ٹھاکر داس	" " "
۳۷	انجیلِ داؤد " بشپ فرینچ	" " "
۳۸	انجیل کی صحت اور درستی " جی، ایچ راؤز	ک۔ ل۔ س
۳۹	انجیل برناباس	" " "
۴۰	انصاف کا دن مصنفہ جی ایچ، راؤز	" " "
۴۱	انتساب العماد	پ۔ ر۔ ب۔ س
۴۲	اسحاق اور اسمٰعیل " " "	ک۔ ل۔ س
۴۳	اعتراض المسلمین مع جوابات	پ۔ ر۔ ب۔ س
۴۴	ازالۃ المرزا مصنفہ ٹھاکر داس	ک۔ ب۔ س۔ ل
۴۵	اظہارِ عیسوی " " "	پ۔ ر۔ ب۔ س
۴۶	جنگ مقدس مصنفہ ایچ، ایم کلارک	" " "
۴۷	کفارہ مسیح	ن۔ ا۔ ٹ۔ س
۴۸	کلیدِ آدم	پ۔ ر۔ ب۔ س
۴۹	کشف القرآن مصنفہ کینن سیل	" " "
۵۰	خدا کے دس احکام " جی، ایچ، راؤز	ک۔ ل۔ س
۵۱	خدا اہلِ الاسلام	" " "
۵۲	خدا ہمارا باپ " " "	" " "

نمبر شمار	نام کتب مع نام مصنف	نام ادارہ اشاعت
۵۳	خلت نامہ	پ۔ر۔ب۔س
۵۴	خطوط بنام جوانانِ ہند مصنفہ مرے چل	" " "
۵۵	کیا انجیل منسوخ ہو گیا " جی ایچ راؤز	" " "
۵۶	مقال	ن۔ا۔ٹ۔س
۵۷	مسیح الدجال " راجندر	پ۔ا۔ب۔س ۱۸۷۸ء
۵۸	مسیح یا محمدؐ " جی ایچ راؤز	ک۔ل۔س
۵۹	مظہر ذاتِ خدا	ن۔ا۔ٹ۔س
۶۰	مفتاح الاسرار " پی۔ فنڈر	م۔ا۔پ۔ہ
۶۱	منار الحق	پ۔ا۔ب۔س
۶۲	معراج " سیموئل نولز	م۔ا۔پ۔ہ
۶۳	میزان الحق " پی۔ فنڈر	ن۔ا۔ٹ۔س
۶۴	محمدؐ بیکرامات " ٹھاکر داس	پ۔ر۔ب۔س
۶۵	مجموعۂ رسائل	" " "
۶۶	مسئلہ کفارہ	ن۔ا۔ٹ۔س
۶۷	مسیح ابن اللہ	پ۔ر۔ب۔س
۶۸	مسیح کا جی اٹھنا	" " "
۶۹	نبیٔ معصوم " ی، اے، ویری	" " "
۷۰	نغمۂ تنبوری	" " "
۷۱	نماز " جی ایچ راؤز	" " "
۷۲	نیاز نامہ " صفدر علی	ن۔ا۔ٹ۔س

نمبر شمار	نام کتاب مع نام مصنف	نام ادارہ اشاعت
۷۳	نکات اسلام احمدیہ مصنفہ عبد اللہ آتھم	پ۔ ر۔ ب۔ س
۷۴	قرائن القران " "	" "
۷۵	قران (قران پر ایک رسالہ) " جی ایچ راؤنز	ک۔ ل۔ س
۷۶	قران اِن رومن اردو ترجمہ از عبد القادر	ک۔ ب۔ س۔ ل
۷۷	" " " " عماد الدین	پ۔ ر۔ ب۔ س
۷۸	ردّ ارتدادِ اسلام در باب معجزہ مصنفہ ایچ مائنس	"
۷۹	راہِ نجات مصنفہ محمد حنیف	"
۸۰	رسالہ ابطال مرزا	"
۸۱	رسالہ در بارہ تحقیق	" "
۸۲	ریویو براہین احمدیہ مصنفہ ٹھاکر داس	" " "
۸۳	روزہ " جی ایچ راؤنز	ک۔ ل۔ س
۸۴	سچا اسلام " "	" " "
۸۵	ثلاثۃ الکتب " ڈبلیو آر ایکمین	پ۔ ر۔ ب۔ س
۸۶	شہادۃ قرانی	" " " "
۸۷	سر سید احمد خان کی چند غلطیاں مصنفہ عبد اللہ آتھم	" " " "
۸۸	سیرۃ المسیح والمحمد " ٹھاکر داس	" " " " ۱۸۸۲ء
۸۹	سورۂ فاتحہ " جی ایچ راؤنز	ک۔ ل۔ س
۹۰	تفتیش الاولیا	پ۔ ر۔ ب۔ س
۹۱	تفتیش الاسلام " ریونڈ راجرز	۱۸۷۰ء
۹۲	تحقیق الایمان " عماد الدین	پ۔ ر۔ ب۔ س ۱۸۶۶ء

نمبر شمار	نام کتاب مع نام مصنف	نام ادارہ اشاعت
۹۳	تحریف قرآن مصنفہ رام چندر	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۹۴	تالیف قرآن	" " " "
۹۵	تعلیم محمدی " عمادالدین	" " " "
۹۶	تنقید الخیالات " "	" " " "
۹۷	تنقید القرآن	" " " "
۹۸	تنقیح المباحثہ " ٹھاکرداس	" " " "
۹۹	تنویر الاذہان فی فصاحت القرآن	" " " "
۱۰۰	تقلیتہ التعلیمات (منشی چراغدین کو جواب)	" " " "
۱۰۱	طریق الحیات پی فنڈر	" " " "
۱۰۲	تصور خدا	ن ۔ ا ۔ ٹ ۔ س
۱۰۳	توراۃ کی قدامت و ازلیت	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۱۰۴	توزین الاقوال مصنفہ عمادالدین	" " " "
۱۰۵	تواریخ محمدی " "	" " " "
۱۰۶	تواریخ کا اجمال " ریونڈ ولیم ریواڑی	سنہ ۱۸۹۱ء
۱۰۷	تیغ و سپر عیسوی " سی ڈبلیو۔ فورمین	" " " "
۱۰۸	تحفۃ العلماء " ڈاکٹر براڈیٹ	ذاتی طور پر طبع ہوئی۔
۱۰۹	اُمہات المومنین	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۱۱۰	وجہۃ الایمان	ن ۔ ا ۔ ٹ ۔ س
۱۱۱	ینابیع القرآن " ڈبلیو ایچ ای سی ٹیڈل	پ ۔ ر ۔ ب ۔ س
۱۱۲	لائف آف محمد " واشنگٹن ارونگ	اردو انبس پریس لاہور
۱۱۳	ینابیع الاسلام	ک ۔ ل ۔ س

عربی کتب

Published at the Nilomission Press, Cairo.

(1) Abhath-el-mujtahedin.
(2) Appendix to essay Islam.
(3) Abbrevitated New testament.
(4) A collection of Arabic stories.
(5) Bekoora shahiya (sweat first fruits.
(6) Bushair-es-salam (7) Chirst in the psalms
(8) Chirst in Islam (goldsack)
(9) Chirst's testimany to himself.
(10) Collections of story parables.
(11) Day of judgement (12) Decriptive Guat to Books. (13) El-marchid el-amen (14) Essay on Islam. (15) El-Hidaya, a reply to Izhaul Haqq (16) El-wahy (Inspirations
(17) Indian pirgrim. (18) Lives of the prophets, of christ and paul. (19) Life of Kamil Abdul mesih el Aitany.
(20) Merrits and defects of Islam.
(21) Miyanul Haqq and Manarul Haqq.
(22) Narratine of Qurran discussions (El-mala-Rahat) (23) Orient and occident.
(24) Proof of death of chirst on the cross.
(25) Propheeties of the old testament.

(26) Qura'an in Islam (by W. Goldsck.)
(27) Quraans sayings (roots and branches).
(29) spirit in the Quraan.
(30) Story - Parables for Muslims.
(1) Man drawned in sands.
(2) Debt oraly ben Omar.
(3) Last ones in the desert.
(4) The weaving of Said the weaver.
(5) Nakir-ul-Khair. (el-Mancoor).
(6) field of good intention.
(7) The Nightingale. (8) Beduin and Car
(9) Criminal who became a saint.
(10) House of el-Hasan.
(11) Wonderful Love.
(12) The live charcoal in the fir-pot.
(13) Algerian proverb - the threshold is well swept, and the corne is filt
(14) Letter from a far country.
(15) The chanel and the spring.
(16) The vessel of cold and vessel of silve
(17) Story of sheikh's increasing debts.
(18) Naseefa the slave girl.
(19) The coin that would not ring.
Special Series of Khutbas.
(1) EL-Nubuwwa - on prophecy.

(2) Maryam - on birth of christ.
(3) Ibrahim - el - Haneef, - the faith of Abraha
(4) El wazira - no burdened soul can bear the burden of another.
(5) Khiruj Adam - men's fall and need of saviour.
(6) Thalathat ayam. Three days of birth, death and Resurrection of jesus.
(7) Khtar el - ihmbl - danger of neglect
(8) Ruhullah - testimony of Qura'an to the divinity of jesus.
(9) Ikhraj - ul - muta - christ's power to raise the dead
(10) Dhobh Azeem - christ's Redemptive sacrafic
(11) Hal Tuwuffi - did jesus Die?
(12) Huda lin Nas - more about Touret and Injil being the way guidence
the Treasury of David.
Torch of guidence to the Mystery of Redemption.
Tadros's solution of scripture difficulti
Tangih - el - Islami.
Zwemer's Muslim Doctrine of good

فارسی کتب

(۱) اپولوجی آف الکندی
(۲) آثار شیریں
(۳) بائبل ہسٹریز آف اولڈ اینڈ نیو ٹیسٹامنٹ
(۴) بائبل ڈکشنری
(۵) ڈیلی لائٹ
(۶) دلائل ایمان
(۷) دعوۃ المسلمین
(۸) گبرنز گوسپل ان دی اولڈ اینڈ نیو ٹیسٹامنٹ
(۹) لائف آف ڈاکٹر کوچارنے
(۱۰) مفتاح الاسرار - پی فنڈر
(۱۱) مشکوٰۃ صدق
(۱۲) میزان الحق - پی فنڈر
(۱۳) مکالمات محبتان
(۱۴) نیاز نامہ عبدالمسیح
(۱۵) شہادت قرانی
(۱۶) طریق الحیاۃ - پی فنڈر
(۱۷) اصول و فروع
(۱۸) واسطے آرمی (منرو)
(۱۹) وسیلۃ النجات
(۲۰) ینابیع الاسلام (ٹسڈل)